سلسلہ اشاعت بعنوان ردغیر مقلدیت (۱۶)

اس رسالہ میں مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف صاحب غیر مقلد کے رسالہ "فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر" کا جواب دیا گیا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات

پاسبانِ حق

تالیف

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

مفتی عبید اللہ خان عفیف غیر مقلد کے رسالہ "فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر" کا مدلل جواب بنام

فتاویٰ عالمگیری

پر اعتراضات کے جوابات

مرتب

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

شاگرد رشید:

مناظر اسلام ماحی غیر مقلدیت

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ

ناشر

مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا ضلع تھانہ (ممبئی)

نام کتاب: فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات

نام مرتب: حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

باہتمام: ظفر احمد نعمانی

تزئین وکتابت: محمود احمد صدیقی سعید گرافکس دیوبند
9761206897

تعداد اشاعت: ۱۱۰۰

ناشر: مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا (ضلع تھانہ)

09322471046

﴿ ملنے کا پتہ ﴾

مکتبہ صفدریہ دیوبند

09808452070-08881030588

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند دارالکتاب دیوبند کتب خانہ اعزازیہ دیوبند

سنابل کتاب گھر دیوبند زمزم بکڈپو دیوبند دارالاشاعت دیوبند

کتب خانہ حسینیہ دیوبند مکتبہ مدنیہ دیوبند کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

الحراء پرفیومرس دارالفلاح مسجد تبلیغی مرکز کوسہ ممبرا ضلع تھانہ

عبدالسلام قاسمی ۹۷/۱ کتاب مارکیٹ بھنڈی بازار ممبئی

امام اعظم اکیڈمی (ممبئی) 09689157805

مکتبہ ابن کثیر ممبئی 022-23003800

فہرست مضامین

عرض مرتب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اَمَّا بَعْد

ناظرین کرام! غیر مقلدین کی طرف سے آئے دن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ حنفی کے خلاف کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل سارا زور علمائے دیوبند (جو کہ پکے اہل سنت وجماعت حنفی ہیں) کے خلاف لگ رہا ہے۔ اور علمائے دیوبند کی کھلے لفظوں تکفیر کی جارہی ہے۔ دیکھیے مولانا زبیر علی زئی مدظلہ اور پروفیسر سید طالب الرحمٰن شاہ صاحب مدظلہ کی کتابیں۔ پروفیسر صاحب نے تو ابھی حال ہی میں ایک نئی کتاب شائع کی ہے "کیا فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟" ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں جو فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئیں ہیں۔ فقہ حنفی کی بعض مشہور کتابوں مثلاً ہدایہ، درمختار، فتاوی عالمگیری کے خلاف تو مستقل رسالے شائع کیے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق صرف فتاوی عالمگیری کے خلاف مستقل لکھی جانے والی کتابیں یہ ہیں:

(۱) کیا فتاویٰ عالمگیری قابل عمل ضابطہ ہے

اس کے مرتب پروفیسر رفیع اللہ شہاب ہیں' اس کا جواب مولانا احسان الحق صاحب نے دیا ہے۔

(۲) فتاویٰ عالمگیر اور فتاویٰ حدیث

اس کے مرتب قاری سیف اللہ عادل، سابق خطیب جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ ہیں اور جمعیت رفقائے اہل حدیث پاکستان نے اسے شائع کیا تھا۔ اس کا جواب بھی مولانا احسان الحق صاحب فیصل آبادی نے ہی لکھا تھا۔

(۳) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

اس کے مصنف خواجہ محمد قاسم صاحب ہیں۔ اس کا کوئی جواب احقر کی نظر سے نہیں گزرا۔

(۴) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر

اس کے مصنف غیر مقلدین کی جماعت کے مفتی اور چینیانوالی مسجد لاہور کے خطیب حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف مدظلہ ہیں اور ناشر مکتبہ عزیزیہ جامع مسجد قدس رحمان گلی ۵ چوک دالگراں لاہور ہے۔ کتاب ۲۳×۳۶/۱۶ سائز کے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ہمارے جواب سے پہلے اس کا کوئی جواب شائع نہیں ہوا۔

مفتی صاحب کا یہ رسالہ ہمارے ایک دوست خالد صاحب نے لا کر دیا اور کہا کہ مجھے ایک غیر مقلد دوست نے پڑھنے کے لیے دیا ہے۔ آپ اسے پڑھیں اور پھر اس کا جواب لکھ دیں۔ احقر نے رسالہ کو پڑھا اور پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ خواجہ محمد قاسم صاحب، قاری سیف اللہ صاحب اور رفیع اللہ شہاب ﷺ وغیرہ کے مسائل ملتے جلتے ہیں۔ مگر مفتی صاحب کی کتاب بڑی ہے اور مسائل بھی اس میں زیادہ ہیں۔ اور غیر مقلدین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا آج تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لیے احقر نے اس کے بعض مسائل کا جواب لکھ دیا ہے۔ جن مسائل کا ہم نے جواب دیا ہے وہ وہ مسائل ہیں جو اکثر غیر مقلدین کی دیگر کتابوں میں شائع ہوئے ہیں۔ ناظرین ان مسائل کا جواب پڑھ کر باقی مسائل کو ان پر قیاس بھی کر لیں۔ مفتی صاحب نے ظفر المبین اور خاص کر حقیقۃ الفقہ کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ تقابل کر کے دیکھ لیں۔

اگر رسالہ میں کوئی غلطی ہو تو ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں صحیح کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو قرآن وسنت کا عامل بنائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

سید مشتاق علی

22-4-2011

بروز جمعۃ المبارک

اعتراض نمبرا:

سر کے مسح کا انکار

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (المائدہ:٦)

"مسلمانوں جب نماز کو آمادہ ہو تو منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو اور سروں پر ہاتھ پھیر لیا کرو۔"

اور حدیث میں ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ الخ.

(صحيح بخاری، بَاب مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهِ، ج١ ص٣١)

"ایک شخص نے عبداللہ بن زید سے پوچھا کیا تم مجھ کو بتلا سکتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کیونکر وضو کیا کرتے تھے۔ عبداللہ نے کہا ہاں پھر انہوں نے پانی منگوایا پھر اپنے ہاتھ پر ڈالا اور دو بار دھویا پھر تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی۔ پھر اپنا منہ تین بار دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو دو دو بار دونوں کہنیوں تک دھویا پھر دونوں سے اپنے سر پر مسح کیا۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

واذا غسل الراس مع الوجه اجزاهٔ عن المسح

(ص٦ ج١، مکتبہ حدیبیہ طوغی روڈ کوئٹہ)

''اور اگر سر منہ کے ساتھ دھوایا تو مسح قائم مقام ہو جائے گا۔''

(فتاویٰ ہندیہ اردو ترجمہ فتاویٰ عالمگیریہ ص ۷، طبع شیخ الاسلام غلام علی اینڈ سنز، لاہور)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۰۱)

جواب:

مفتی صاحب نے اپنے خیال میں فتاویٰ عالمگیری کے مسئلے کو قرآن اور حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن اور حدیث میں سر پر مسح کرنے کا حکم الگ سے موجود ہے۔ جب کہ فتاویٰ عالمگیری میں سر کا الگ مسح کرنے کی بجائے منہ کے ساتھ ہی سر دھونے کا حکم ہے۔ مفتی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حنفیوں کے مذہب میں الگ سے سر کا مسح کرنے کا حکم موجود نہیں ہے۔

ناظرین کرام! مفتی صاحب نے یہاں پر عوام کو دھوکہ دیا ہے۔ ہم پہلے حنفی مسلک میں سر کے مسح کا حکم بیان کریں گے پھر عالمگیری کی عبارت کا صحیح مفہوم عرض کریں گے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حنفی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ مائدہ کی اسی آیت (جو مفتی صاحب نے تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو) تو (وضو کرلو یعنی) اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سروں پر (بھیگا) ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۶۵، نماز مسنون ص ۲۰۰)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی حنفی وضو کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وضو کے فرائض چار ہیں۔ تین اعضاء کا دھونا اور ایک عضو کا مسح کرنا۔ یعنی (۱) منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھ بمع کہنیوں کے دھونے (۳) دونوں پاؤں بمع ٹخنوں کے دھونے

(۴) سر کا مسح کرنا۔ (نماز مسنون کلاں ص ۷۱)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

سوال: وضو میں فرض کتنے ہیں؟

جواب: وضو میں چار فرض ہیں۔

① پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک منہ دھونا ② دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا ③ چوتھائی سر کا مسح کرنا ④ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ (تعلیم الاسلام حصہ دوم ص ۲۵ تاج کمپنی وضو کا بیان)

مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف غیر مقلد نے جو حدیث تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے۔ اس پر احناف کا عمل ہے نہ کہ وہ احناف کے خلاف ہے۔ دیکھیے ہمارے حنفی عالم نے اس کو اپنی نماز کی کتاب (نماز مسنون کلاں ص ۸۰) پر نقل کیا ہے۔

حدیث نقل کرنے میں مفتی صاحب کی خیانت:

مفتی صاحب نے مسح رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ سے آگے کے الفاظ نقل نہیں کیے کیوں کہ وہ مفتی صاحب کے خلاف تھے اس میں گردن پر مسح کا ذکر تھا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

((فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ الخ))

"سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا، پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے جا کر وہیں واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔"

ناظرین یہ فریق مخالف کے مفتیوں کا حال ہے جس مسئلہ کو حنفی فرض کہیں اور اپنی ہر نماز کی کتاب میں ذکر کریں۔ اس کو قرآن اور حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت فرمائیں۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی سر کے مسح کو فرض کہا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری اردو جلد نمبر ا کتاب الطہارۃ باب اول وضو کے بیان میں ص ۲ میں پہلے وہی آیت سورہ مائدہ کی نقل کی ہے جو مفتی صاحب نے تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل فرمائی ہے۔ پھر لکھا ہے وضو میں چار فرض ہیں۔ پھر ہر فرض کی

سرخی قائم کی ہے۔ پہلا فرض صفحہ ۲ پر، دوسری فرض کی سرخی ص ۳ پر، تیسرا فرض وضو کا صفحہ ۴ پر، چوتھا فرض وضو کا سر کا مسح کرنا ہے ص ۵، سطر ۲۵ پر نقل کیا ہے۔

عالمگیری کی یہ عبارت مفتی صاحب کو نظر نہ آئی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر رہے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

مفتی صاحب نے جو عبارت عالمگیری کی نقل کی ہے وہ بھی مکمل نقل نہیں کی۔ اس کے آگے لکھا ہے لیکن مکروہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۶ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور میں مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اور اگر سر کو منہ کے ساتھ دھولیا تو مسح کے قائم مقام ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے جس بات کو خود حنفی مکروہ کہیں مفتی صاحب اس کو حنفیوں کا مذہب بتائیں کیسی غلط بات ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

کھجور کے شیرہ سے وضو جائز ہے؟

قرآن مجید میں ہے کہ اگر وضو کے لیے پانی نہ ملے تو تیمم کر لینا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ (سورۃ النساء:۴۳)

"پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو، منہ اور ہاتھوں کو مٹی مل لیا کرو۔ بے شک خدا بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔"

اور اسی طرح کسی صحیح حدیث میں بھی یہ کہیں نہیں آتا کہ پانی نہ ملنے پر نبیذ سے وضو کرنا جائز ہوتا ہے۔ تاہم مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ نبیذ تمر سے وضو جائز ہے۔

اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

قال ابو حنيفة رحمه الله يتوضأ بنبيذ التمر ولا يتيمم

(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۱ ج ۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ نبیذ تمر یعنی اس پانی سے جس میں چھوہارے بھگوئے

گئے ہوں وضو کرے اور اس کے ہوتے ہوئے تیمم نہ کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۳۷)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲)

اعتراض نمبر ۳:

نشہ آور شراب کے ساتھ بھی وضو جائز ہے؟

نبیذ تمر گو خالص پانی نہ سہی تاہم ہے تو پاک مگر فتاویٰ عالمگیری میں شراب کے ساتھ بھی وضو جائز قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسی فتاویٰ عالمگیری ص ۴۱۰ ج ۵ میں شراب کو پیشاب اور خون کی طرح نجاست مغلظہ (سخت پلید) کہا ہے اصل الفاظ یہ ہیں

هي نجاسة غليظة كالبول والدم (ص ۴۱۰ ج ۵)

"شراب کو پیشاب کی طرح پلید کہنے کے باوجود یہاں یہ تلقین کی جارہی ہے کہ نشہ آور شراب کے ساتھ بھی وضو جائز ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

وان طبخ ادنیٰ طبخة يجوز الوضوء به حلوا كان او مرًّا او مسكرًا وهو الاصح كذا في العيني. (ص ۲۲ ج ۱)

"(نبیذ) اگر تھوڑا سا پکایا جاوے تو اس سے وضو جائز ہے خواہ میٹھا ہو خواہ تلخ ہو، خواہ نشہ لانے والا ہو اور یہی اصح ہے یہ عینی میں ہے۔" (فتاویٰ ہندیہ ص ۳۸)

گزارش: پیشاب سے وضو جائز تو کیا ہوگا اس کا تصور بھی عام مسلمان کے لیے تکلیف دہ ہے اور فتاویٰ عالمگیری شراب کو پیشاب کی طرح پلید بھی کہہ رہا ہے اور ساتھ ہی اس سے وضو بھی جائز قرار دے رہا ہے اس کھلے تضاد کا ہمارے کرم فرماؤں کے پاس اگر کوئی حل ہو تو ہم ایسے ہیچ میرز اور کم علموں کو ضرور مستفید فرمادیں۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۳)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

امام اعظم کی یہ روایت مفتی بہ نہیں خود فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے امام اعظم رحمہ اللہ کی

صحیح اور مفتیٰ بہ روایت یہ ہے کہ نہ اس کا پینا جائز ہے اور نہ ہی اس سے وضو درست ہے۔

خود صاحب ہدایہ نے ص ۳۰ میں اس کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

قال ابو یوسف تیمم ولا یتوضأ به وهو روایة عن ابی حنیفة. (ہدایہ)

"امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے تیمم کرے اور یہ روایت ابو حنیفہ سے ہے۔"

بلکہ امام اعظم کا یہی آخری قول ہے۔

چنانچہ علامہ عینی شرح ہدایہ جلد اول ص ۲۸۶ میں فرماتے ہیں:

رویٰ عنه نوح ابن ابی مریم واسد بن عمر والحسن انه تیمم ولا یتوضأ به. قال قاضی خان وهو الصحیح وهو قوله الاخیر وقد رجع إلیه.

"نوح بن ابی مریم۔ اسد بن عمر اور حسن نے امام اعظم سے روایت کیا ہے کہ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے، تیمم کرے، قاضی خان نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے اور امام صاحب کا یہ آخری قول ہے۔ امام اعظم نے اس کی طرف رجوع فرمایا۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری، پارہ اول ص ۱۷۶ میں لکھتے ہیں:

ذکر قاضی خان ان ابا حنیفة رجع إلی هذا القول

"قاضی خان نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے نبیذ تمر سے وضو نا جائز ہونے کی طرف رجوع کیا۔"

پس وہ مسئلہ جس سے امام صاحب نے رجوع فرمایا۔ فقہاء نے جس کو مفتی بہ قرار نہیں دیا اس کو ذکر کر کے احناف پر اعتراض کرنا محض عوام کالانعام کو مغالطہ میں ڈالنا ہے۔

اعتراض نمبر ۴، ۵، ۶:

غسل جنابت کی چھوٹ

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا

جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ (بخاری ج ا ص ۴۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مرد عورت کے چاروں کونوں کے بیچ بیٹھے پھر اس پر زور لگائے تو غسل واجب ہو گیا۔''

اس صحیح حدیث رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ جب آدمی عورت کے چاروں کونوں کے درمیان بیٹھ کر زور لگاتا ہے تو انزال ہو یا نہ ہو غسل بہر حال واجب ہو جاتا ہے۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں اس صحیح حدیث کے انکار میں یوں فتویٰ ہے:

والایلاج فی البھیمة والمیتة والصغیرة التی لا یجامع مثلھا لا یوجب الغسل بدون الانزال ھکذا فی المحیط. (ص۱۵ ج۱)

''اگر چوپائے جانور کے دخول (آلہ تناسل اس کی شرم گاہ میں داخل) کرے یا مردے کے یا ایسی چھوٹی لڑکی کے جس کے مثل کی لڑکیوں کے ساتھ مجامعت (جماع) نہیں کیا کرتے تو بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوگا۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اس عبارت میں تین مسائل ذکر ہوئے ہیں ہم یہاں پر تینوں کو الگ الگ کر کے بیان کرتے ہیں تاکہ عوام کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اعتراض نمبر ۴ کا جزء یہ ہے' جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے جب تک انزال نہ ہو غسل لازم نہیں ہوگا۔

جواب اعتراض نمبر ۴:

مفتی صاحب نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں تو ان تینوں مسائل کا ذکر تک نہیں۔ مفتی صاحب نے اس مسئلہ کو اگر کسی آیت یا حدیث کے خلاف سمجھا ہے تو وہ آیت یا حدیث لکھے۔ جس میں یہ صراحت ہو کہ جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بغیر انزال بھی غسل فرض

ہوتا ہے۔ جب حضور ﷺ نے چوپایہ کے ساتھ شہوت رانی کرنے والے کو بلا انزال غسل کا حکم نہیں دیا تو فقہاء پر طنز کرنے سے شرم کرنا چاہیے۔ فقہاء نے کیا برا کہا؟ کہ بوجہ فقدانِ دلیل وجوبِ غسل کا حکم نہیں دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو عورت کے ساتھ جماع کرنے والے پر بھی بلا انزال غسل لازم نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں اندریں صورت غسل کو ''احوط'' فرمایا ہے تو وطی بہیمہ سے بلا انزال کس دلیل سے غسل لازم سمجھا جاتا ہے؟

مسلم شریف میں حدیث ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانی، پانی سے ہے یعنی غسل منی کے نکلنے سے لازم ہوتا ہے۔ اس حدیث کو منسوخ نہ کہا جائے کیوں کہ اس کے نسخ پر اجماع نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو منسوخ نہیں مانتے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے غیر مقلدین کسی منہ سے اس مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انزال منی موجب غسل ہے جیسا کہ حدیث مسلم سے ظاہر ہے لیکن خروج منی کبھی تو حقیقتاً ہوتا ہے اور کبھی حکماً۔ حقیقتاً تو ظاہر ہے۔ حکماً اس وقت پایا جاتا ہے جب کہ سبب کامل ہو اور سبب کامل غیوبت حشفہ ہے ایسے محل میں جو عادۃً مشتہی ہو جب کہ عروج بہائم ایسا نہیں۔ اس صورت میں سببیت ناقص ہوئی۔ خروج منی نہ حقیقتاً پایا گیا اور نہ حکماً۔ تو غسل لازم ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوئی۔ کیوں کہ مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے لذت کاملہ ہوتی ہے جب محل ہی مرغوب طبع نہ ہوا تو بدونِ انزال کمال لذت نہیں۔ اس لیے غسل بھی لازم نہیں۔

ناظرین انصاف کریں کہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ حضرت فقہاء نے ان مسائل کو واضح کر دیا اگر کسی سے ایسا فعل صادر ہو تو غسل کا مسئلہ کیا ہوگا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم فقہاء کے شکر گزار ہوتے کہ انہوں نے متوقع حالات کو سمجھ کر مسائل واضح کر دیئے۔ ہم ان پر الٹا طعن کریں تو کیا یہ ناشکری نہیں؟

ایک شبہ:

کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فقہاء کے نزدیک چوپایہ سے بدفعلی کرنا جائز ہے اور اس کی کوئی سزا نہیں۔ معاذ اللہ۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی سزا کتاب الحدود میں بیان فرمائی ہے۔ وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

جزء دوم، اعتراض ۵:

اسی طرح مردہ عورت کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی بغیر انزال کے غسل لازم نہیں آتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اس مسئلہ کے برخلاف اگر مفتی صاحب کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کریں۔

یہاں بھی خروج منی نہ حقیقتاً پایا گیا نہ حکماً کہ محل مشتہی نہیں۔ اس لیے بدون انزال غسل واجب نہیں۔

جزء سوم، اعتراض ۶:

اسی طرح نابالغ لڑکی سے جماع کرنے سے بھی بغیر انزال کے غسل لازم نہیں آتا۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵)

جواب:

اسی عبارت کے آگے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ جس لڑکی کے محل جماع میں دخول اس طرح ممکن ہو کہ اس کے اندر کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہو جاویں تو وہ مجامعت کے قابل ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ا ص ۲۲، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

جب مجامعت کے قابل ہوگی تو غسل بھی واجب ہوگا۔ مفتی صاحب نے یہ آگے کی عبارت نقل نہیں کی جس سے مسئلہ کی وضاحت ہو رہی تھی۔

اس مسئلہ میں حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہے۔

چنانچہ شامی جلد اول ص ۱۲۲ میں علامہ شامی فرماتے ہیں:

والصحيح انه إذا امكن الايلاج في محل الجماع من الصغيرة ولم يفضها فهي ممن تجامع فيجب الغسل.

بحر الرائق ج ا ص ۶۰ میں ہے:

وقد حكى عن السراج الوهاج خلافا لو وطى الصغيرة التى لا تشتهى فمنهم من قال يجب مطلقًا ومن عم من قال لا يجب مطلقًا والصحيح انه إذا امكن الايلاج في محل الجماع من الصغيرة ولم يفضها فهي ممن تجامع فيجب الغسل.

مراقی الفلاح حاشیہ نور الایضاح میں ہے:

ويلزم بوطى صغيرة لا تشتهى ولم يفضها لانها صارت ممن تجامع في الصحيح.

علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۵۷ میں لکھتے ہیں:

هذا وهو الصحيح

یعنی صغیرہ غیر مشتہاہ کے ساتھ وطی کرنے سے جب کہ درمیان کا پردہ پھٹ کر دونوں راہیں ایک نہ ہوں اور محل جمع میں ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے۔

ناظرین جس مسئلہ کو فقہا صحیح فرمائیں اس کا ذکر مفتی صاحب نے نہیں کیا، کیا یہ ہی انصاف ہے۔

اعتراض نمبر ۷:

عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول پر غسل نہیں

ولو لف علی ذکرہ خرقۃ واولج ولم ینزل ...... وقال بعضھم لا یجب. (ص ۱۵ ج ۱)

''اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو......تو بعضوں نے کہا (ہے) کہ (غسل واجب) نہیں ہوگا۔''

عرض' کیا یہ فتویٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح کے خلاف نہیں بینوا توجروا

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٦)

جواب:

مفتی صاحب نے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت نقل کرنے میں بددیانتی کی ہے ہم پہلے پوری عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں پھر اصل مسئلہ کی وضاحت کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو بعضوں نے کہا کہ غسل واجب ہوگا۔ اور بعضوں کا قول اور وہی اصح بھی ہے کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت اور لذت محسوس ہو تو غسل واجب ہوگا۔ اور ایسا نہ ہو تو واجب نہ ہوگا۔ اور زیادہ احتیاط کا حکم یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہوگا۔'' (فتاویٰ عالمگیری اردو ج ۱ ص ۲۲)

ناظرین فتاویٰ عالمگیری میں تو یہ لکھا ہے کہ غسل واجب ہوگا۔ اور حنفیوں کا مذہب بھی یہی ہے۔

درمختار میں ہے: (اولج حشفۃ) او قدرھا (ملفوفۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع (وجب) الغسل (والا لا) علی الاصح والا حوط الوجوب.

(درمختار ص ۱۱۱ ج ۱ عربی)

یعنی حشفہ اور اس کی مقدار کپڑا لپیٹ کر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل فرض ہو گیا۔(کیوں کہ حدیث پاک میں ہے اذا التقی الختانان و غابت الحشفة وجب الغسل (رد المحتار)

یعنی جب دونوں ختنے کے مقام چھو جائیں اور حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو گیا۔ اس صورت میں حشفہ بھی غائب ہو گیا اور لذت کے احساس کی وجہ سے شرم گاہیں بھی چھو گئیں تو غسل فرض ہو گیا)

اور اگر حشفہ تو غائب ہو مگر کپڑے کی موٹائی کی وجہ سے لذت محسوس نہ ہوئی تو شرم گاہوں کا مس نہ پایا گیا، اس لیے کہ حدیث کی دونوں شرطوں میں سے ایک شرط نہ پائی جانے سے علی الاصح یعنی صحیح مذہب پر غسل واجب نہیں ہونا چاہیے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ ایک شرط کی وجہ سے واجب ہی کہا جائے پس غسل واجب ہوگا۔

فقہ حنفی کا صحیح مسئلہ یہ ہوا کہ ایسی حالت میں غسل واجب ہوگا۔

غیر مقلدین کا مذہب:

علامہ وحید الزماں تحریر فرماتے ہیں:

ولو لف الحشفة بخرقة ثم اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا لا. (نزل الابرار ص۲۴ ج۱)

"اگر حشفہ پر کپڑا لپیٹا پھر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل کرے ورنہ نہیں۔"

اعتراض نمبر۸:

شبہ کی وجہ سے حد کا ساقط ہونا

قال محمد رحمه الله تعالى فی الاصل اربعة شهدوا علی رجل بالزنا فشهدا اثنان انه استكرهها وشهد اثنان انها طاوعته قال ابو حنيفة رحمه الله

تعالٰی ادرا عنھم الحدود جمیعًا یعنی الرجل والمراۃ والشھود

(ص ۱۵۳ ج ۲)

"اگر دو شاہد کسی ملزم کے بارے میں یہ شہادت دیں کہ اس نے فلاں عورت پر مجرمانہ حملہ کیا مگر دوسرے یہ کہیں کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب عورت کی رضا مرضی سے کیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۶ مسئلہ نمبر ۱۶۵)

جواب:

مفتی صاحب نے عبارت کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ سید امیر علی غیر مقلد نے جو فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کیا ہے اس میں اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چار مردوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی جن میں سے دو گواہوں نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کر کے زنا کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے کہا کہ اس عورت نے خود اس کو مطاوعت کی ہے تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کر دی جائے گی۔ یعنی مرد و عورت و گواہوں سب سے رفع کی جائے گی۔" (ج ۳ ص ۳۴۴)

قارئین اس ترجمہ میں اور مفتی صاحب کے ترجمہ میں کتنا فرق ہے۔

مفتی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عورت کی رضا مندی کی صورت میں اگر زنا واقع ہو تو فتاویٰ عالمگیری کے مطابق حد زنا کی سزا قائم نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ یہ مطلب غلط ہے اور یہ تاثر گمراہ کن ہے۔ بلکہ صحیح مطلب عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ چونکہ ثبوت زنا کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۳)

اس جگہ سب گواہ عادل نہیں ہیں۔ ان میں سے دو یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیوں کہ اگر عورت رضا مند نہ تھی اور مرد نے اس پر زبردستی کی تو رضا مندی و مطاوعت کے گواہ جھوٹے ہیں اور اگر رضا مند تھی تو اکراہ و زبردستی کے گواہ جھوٹے ہیں۔ جب اس کیس میں چار عادل گواہ پیش نہیں کیے گئے تو زنا ثابت نہ ہوا۔ لہٰذا حد زنا کسی پر قائم نہیں کی جا سکتی۔

اعتراض نمبر ۹۔۳۲:

دباغت دینے سے کھال پاک ہوجاتی ہے

کل اهاب دبغ دباغة...... حکمیة بالترتیب والتمشمیس والا لقاء فی الریح فقد طهر وجازت الصلوٰة فیه والوضوء منه الا جلد الآدمی والخنزیر هکذا فی الزاهدی. (ص۲۵ج۱)

''جس چمڑے کی حکمی دباغت کی جائے یعنی مٹی لگا کر یا دھوپ میں سوکھا کر یا ہوا میں ڈال کر تو پاک ہو جاوے تو اس پر نماز اور وضو اس کے ڈول سے جائز ہوگا مگر آدمی اور سور کے چمڑے کا یہ حکم نہیں یہ زاہدی میں لکھا ہے۔''

اس عبارت سے درج ذیل مسائل نکلتے ہیں۔

۲۰۔مثلاً کتے کی کھال رنگنے کی بجائے مٹی میں رگیدنے سے پاک ہوجاتی ہے اس پر نماز پڑھنی جائز ہے اور اس کے لوٹے میں وضو کرنا بھی جائز ہے۔

۲۱۔مٹی میں رگیدنے کے بجائے اگر دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہوجاتی ہے اور اس کے لوٹے اور مصلے بنانا جائز ہوجاتے ہیں۔

۲۲۔مٹی میں رگیدنے اور دھوپ میں خشک کرنے کے بجائے صرف ہوا میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہوجاتی ہے اور لوٹے اور مصلے بھی بنائے جاسکتے ہیں۔

۲۳۔اس طرح اگر ریچھ کی کھال مٹی میں رگید لی جائے تو پاک ہوجاتی ہے اس کا لوٹا اور مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۴۔اگر مٹی میں رگیدنے کے بجائے دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے تو بھی پاک قرار پاتی ہے بلکہ اس کھال کے لوٹے مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۶۔بھیڑیے کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے نہ صرف پاک ہوجاتی ہے بلکہ اس سے لوٹے مصلے بھی بنانے جائز ہوجاتے ہیں۔

۲۷۔رگیدنے کی جگہ اگر دھوپ میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۲۸۔ رگیدنے اور دھوپ میں سوکھانے کے بجائے اگر صرف ہوا میں خشک کر لی جائے تو بھی پاک ہو جاتی ہے۔لوٹے مصلے بنانا بھی جائز ہے۔

۲۹۔ چیتے کی کھال کو بھی اگر مٹی میں رگید لیا جائے تو پاک ہو جاتی ہے اور لوٹوں اور مصلوں کے قابل ہو جاتی ہے۔

۳۰۔اور رگیدنے کے علاوہ دھوپ میں خشک کر لینے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۳۱۔اور اسی طرح رگیدنے اور دھوپ میں خشک کرنے کے بجائے ہوا میں بھی خشک کر کے پاک کی جاسکتی ہے۔لوٹے مصلے کے قابل!!

۳۲۔شیر کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے پاک ہو جاتی ہے اور منقش دھاری دار پکے رنگوں والے لوٹے اور مصلے بھی بنانے جائز ہیں۔

۳۳۔شیر کی کھال دھوپ میں خشک کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

۳۴۔اسی طرح صرف ہوا میں خشک کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

۳۵۔اسی طرح لومڑ کی کھال بھی مٹی میں لتھیڑنے سے پاک ہو جاتی ہے اور لوٹے مصلے کے قابل قرار پاتی ہے۔

۳۶۔اسی طرح دھوپ میں سوکھانے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۳۷۔اسی طرح ہوا میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۳۸۔اسی طرح بندر کی کھال بھی مٹی میں رگید لینے سے نہ صرف پاک ہو جاتی ہے بلکہ جائے نماز اور وضو کے برتن بنانے بھی اس کھال سے جائز ہو جاتے ہیں۔

۳۹۔اسی طرح دھوپ میں خشک کر لینے سے بھی پاک قرار پاتی ہے۔

۴۰۔بندر کی کھال ہوا میں خشک کر لینے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔

۴۱۔اسی طرح بلی کی کھال بھی مٹی میں رگیدنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

۴۲۔اسی طرح دھوپ میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جائے گی۔

۴۳۔اسی طرح ہوا میں خشک کرنے سے بھی پاک ہو جائے گی۔اور اس سے مصلے اور لوٹے بنانے جائز ٹھہریں گے اور اسی طرح گیدڑ کی کھال بھی تینوں طریقوں سے پاک ہو جاتی ہے۔

نتیجہ:

جب کتے اور دوسرے حرام جانوروں کی کھالیں تینوں طریقوں سے پاک ہو جاتی ہیں اور نماز اور وضو کے لیے ان کھالوں کا استعمال جائز ہے تو لامحالہ ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہوتی ہے۔لہٰذا نتیجہ بالکل صاف ہے کہ اس فتاویٰ کو بطور اسلامی قانون کے پاکستان میں نافذ کرنے سے اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو یا نہ ہو اور اسلامی نظام کے مطلوبہ ثمرات حاصل ہوں یا نہ ہوں ہماری بلا سے تاہم معاشی مسائل بہت حد تک بڑی خوش اسلوبی سے بہر حال حل ہو جائیں گے۔(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۹ تا ۱۱)

جواب:

ان ۴۳ اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں:

امام مسلم نے مسلم شریف (کتاب الحیض) میں ایک باب قائم کیا ہے۔

((بَابُ طَهَارَةِ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ بِالدِّبَاغِ))

"باب مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔"

اس باب میں امام مسلم نے آٹھ احادیث نقل کی ہیں۔جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو کسی نے ایک بکری صدقہ میں دی وہ مر گئی۔رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ لی دباغت کر کے کام میں لاتے۔لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ مردار تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا مردار کا کھانا حرام ہے۔

حدیث نمبر ۲:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا رسول اللہ ﷺ کی ایک بی بی رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک جانور پالا تھا وہ مر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی کھال کیوں نہ لی اس کو کام میں لاتے۔

حدیث نمبر ۳:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے۔ جب کھال پر دباغت ہو گئی تو وہ پاک ہے۔

حدیث نمبر ۴:

ابو الخیر سے روایت ہے میں نے ابن وعلہ کو ایک پوستین (چمڑے کی قمیص یا کوٹ) پہنے دیکھا میں نے اس کو چھوا۔ انہوں نے کہا کیوں چھوتے ہو (کیا اس کو نجس جانتے ہو؟) میں نے عبداللہ سے کہا کہ ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں وہاں بربر کے کافر اور آتش پرست بہت ہیں وہ بکری لاتے ہیں ذبح کر کے ہم تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھاتے اور مشکیں لاتے ہیں اُن میں چربی ڈال کر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دباغت سے پاک ہو جاتی ہے (یعنی چمڑے پر جب دباغت ہو گئی تو وہ پاک ہے اگرچہ کافر نے دباغت کی ہو)۔

حدیث نمبر ۵:

ابن وعلہ سبئی سے روایت ہے میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا ہم مغرب کے ملک میں رہتے ہیں۔ وہاں مجوسی (آتش پرست) مشکیں لے کر آتے ہیں پانی کی ان میں چربی پڑی ہوتی ہے تو انہوں نے کہا کھا پی لو۔ میں نے کہا کیا تم اپنی رائے سے کہتے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ دباغت سے

کھال پاک ہو جاتی ہے۔

ناظرین ہم نے صرف مسلم شریف ہی کی پانچ روایات نقل کی ہیں۔اس مسئلہ پر بے شمار احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں۔جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ٦:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کا صرف گوشت (کھانا) حرام فرمایا ہے اور باقی کھال اور بال اور اون ان (کے استعمال) کا کچھ حرج نہیں ہے۔(دار قطنی باب الدباغ)

حدیث نمبر ۷:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو مولیٰ (غلام آزاد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر کا ارادہ فرماتے تو گھر کے سب آدمیوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی آخری بات چیت ہوتی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے تو (سب سے) پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ سے واپس تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دروازہ پر پردہ یا ٹاٹ لٹکایا تھا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں کو چاندی کے دو کنگن پہنائے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تشریف لا کر دیکھا تو گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئے (یعنی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی) تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گمان کیا کہ آپ کو گھر میں تشریف لانے سے ان چیزوں نے روکا،دریافت کیا تو یہی معلوم ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ سے پردہ نکالا پھر دونوں صاحبزادوں سے اس زیور کو بھی اتار لیا اور کاٹ کر ان کے سامنے ڈال دیا۔دونوں کے دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے چلے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہ کٹے ہوئے ٹکڑے لے کر فرمایا اے ثوبان یہ جا کر فلاں گھر والوں کو دے آؤ کوئی تھے مدینے میں پھر فرمایا یہ لوگ میرے اہل

بیت ہیں (یعنی فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم) میں برا جانتا ہوں کہ یہ اپنے مزے دنیا ہی میں لوٹ لیں، اے ثوبان فاطمہ کے لیے ایک ہار پٹھوں کا خرید لے اور دو کنگن ہاتھی دانت کے۔(**ابو داؤد، باب فی الانتفاع بالعاج، کتاب الترجل**)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھی دانت پاک ہے اور اس کا استعمال درست ہے۔ بخاری میں ہے کہ علمائے سلف اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس میں تیل رکھتے تھے۔

(ابو داؤد مترجم جلد سوم ص ۲۹۸ مطبوعہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردار کی ہڈی پاک ہے۔

حدیث نمبر ۸:

سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہماری ایک بکری مر گئی۔ تو ہم نے اس کی کھال کو رنگا پھر ہم اس میں ہمیشہ نبیذ بناتے۔ حتیٰ کہ وہ پرانی ہو گئی۔

(نسائی باب جلود المیتۃ)

حدیث نمبر ۹:

سلمہ بن محبق سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ایک عورت سے پانی منگوایا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ میرے پاس پانی تو مردہ جانور کی مشک میں بھرا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تو نے اس کی دباغت کی تھی؟ اس عورت نے عرض کیا ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ دباغت سے پاک ہو گئی۔(**نسائی باب جلود المیتۃ**)

یہ نو احادیث ہم نے نقل کی ہیں جن میں واضح طور پر یہ حکم موجود ہے کہ ہر قسم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

ایک مسئلہ کی وضاحت:

اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ دباغت کس کس چیز کے ساتھ دی جا سکتی ہے اور اس کا

طریقہ کیا ہے۔

اس کا عام فہم اور آسان جواب یہ ہے کہ جس چیز سے بھی دباغت حاصل ہو جائے اس سے دباغت دینا درست ہے اور جس طرح آسانی ہو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اصل چیز دباغت دینا ہے۔

احادیث میں بعض اشیاء کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ امام نسائی نے ایک باب باندھا ہے (مَا يُدْبَغُ بِهِ جُلُوْدُ الْمَيْتَةِ) مردار کی کھال کو کس چیز سے پاک کیا جائے۔ پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۰:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قریش کے بعض لوگ نکلے اور وہ ایک بکری کو گدھے کی طرح گھسیٹ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس کی کھال اتار لیتے تو اچھا ہوتا۔ انہوں نے عرض کیا یہ مردار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور قرظ پاک وصاف کر دیتا ہے۔

نوٹ: قرظ ایک گھاس یا چھال ہے جس سے چمڑا کو دباغت دیتے ہیں۔

(نسائی باب ما يدبغ به جلود الميتة)

حدیث نمبر ۱۱:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ

اور حماد نے کہا مردار پرندے کے پر میں کوئی حرج نہیں۔

(بخاری، باب ما يقع من النجاسات فی السمن والماء، کتاب الوضوء الطهارة)

حدیث نمبر ۱۲:

حماد سے روایت ہے کہ مردار کی اون گرنے سے کوئی حرج نہیں لیکن اس کو دھویا

جائے گا اور مردار کے پر سے کوئی حرج نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۲۰۶)

حدیث نمبر ۱۳:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ عِظَامِ الْمَوْتٰى نَحْوَ الْفِيْلِ وَغَيْرِهٖ اَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُوْنَ بِهَا وَيَدَّهِنُوْنَ فِيْهَا لَا يَرَوْنَ بِهٖ بَاْسًا

اور زہری نے مردار مثلاً ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے متعلق کہا میں نے متقدمین علماء کو پایا وہ اس سے کنگھی کرتے تھے اور اس میں تیل رکھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (بخاری، کتاب الوضوء الطهارة، باب ما يقع من النجاسات)

حدیث نمبر ۱۴:

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَاِبْرَاهِيْمُ وَلَا بَاْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ

اور ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا: ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (بخاری، باب ما يقع من النجاسات، مصنف عبدالرزاق ص ۲۱۱)

حدیث نمبر ۱۵:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ سے وضو کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ مردار جانور کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو دباغت دینے سے اس کی گندگی، نجاست اور پلیدی دور ہو جاتی ہے۔

(صحیح ابن خزیمة ج ۱ ص ۶۰ رقم ۱۱۴، باب الرخصة في الوضوء من الماء يكون في جلود الميتة اذا دبغت. والمستدرك على الصحيحين ج ۱ ص ۲۶۵ حدیث نمبر ۵۷۲۔ والسنن الكبرى للبيهقي ج ۱/ ۱۷، حدیث نمبر ۵۱ وجلد نمبر ۱ ص ۱۱۰، حدیث نمبر ۵۳۳۔ ومسند احمد ج ۱ ص ۲۳۷ حدیث نمبر ۲۱۱۷)

شرعی طریق سے ذبح کیا جائے تو گو اس میں حلت نہیں ہوتی مگر دوسرا وصف جو پاکی ہے، رطوبت نجسہ کے دور ہونے کی وجہ سے ثابت ہو جاتی ہے اس بنا پر جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا اون کے چمڑے ذبح کرنے سے پاک ہو جاتے ہیں اوران پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کیوں کہ ذبح کرنا اس کو میتہ کرنا نہیں ہے تا کہ اس پر نجس ہونے کا حکم لگایا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے مردار کے چمڑے کو دباغت دینے کے بعد پاک فرمایا ہے اور اس کے واسطے طہارت کا حکم دیا ہے۔

حدیث:

عن عائشة عن النبی صلی الله علیه و سلم قال طهور کل أدیم دباغه إسناد حسن کلهم ثقات (دار قطنی ص۱۸ ج۱)

حدیث:

عن عائشة عن النبی صلی الله علیه و سلم قال ذکاة المیتة دباغها (دار قطنی ص۱۷ ج۱)

حدیث:

وقال دباغها ذکاة له. (دار قطنی ص۱۷ ج۱)

حدیث:

الا دبغتموه فانه ذکاة له. (دار قطنی ص۱۷ ج۱)

آنحضرت ﷺ نے ان روایات میں دباغت اور زکوۃ کو جس کو ذبح بھی کہتے ہیں اور طہارت بھی ایک فرمایا ہوا ہے جو فائدہ ذبح کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہی دباغت سے حاصل ہوتا ہے۔

جس طرح دباغت کے ذریعہ سے اجزاء نجس اور رطوبات زائل ہو جاتے ہیں، اسی طرح ذبح کرنے سے نجس اجزاء زائل ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے ذبیحہ کی طہارت میں جو نجس

اعتراض نمبر۳۳:

ذبح سے پاک ہونا

وما طهر جلده بالدباغ طهر جلده بالزكاة و كذالك جميع اجزائه تطهر بالزكاة الا الدم وهو الصحيح من المذاهب كذا في المحيط

(ص۴۳ج۱)

''اور جس (جانور) کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے اس کا چمڑا ذبح سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اسی طرح خون کے سوا تمام اجزا پاک ہو جاتے ہیں۔''

وضاحت:

یعنی کتا پکڑا اسے ذبح کیا بس اس کے خون کے سوا کھال سمیت اس کے تمام اجزا پاک ہو جاتے ہیں۔(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۱۱۔۱۲)

جواب:

شریعت نے پاک ہونے کے لیے دو قاعدے بیان کیے ہیں ایک چمڑے کو دباغت کیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے چنانچہ اس کی بحث گزر چکی دوسرا قاعدہ پاک ہونے کے واسطے ذبح کرنا ہے۔ اگر بکری، اونٹ، گائے، بیل بھیڑ، دنبہ، ہرن وغیرہ کو شریعت کے قاعدہ کے مطابق ذبح کیا جائے تو پاک بھی ہو جاتا ہے اور حلال بھی ہوتا ہے۔ اس کے پاک ہونے کی وجہ یہی ہے کہ جو رطوبت نجسہ اور دم مسفوح (بہنے والا خون) ناپاک ہے، ذبح کرنے سے نکل جاتا ہے جو قرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ الا ما ذكيتم تمہارے لیے وہ جانور حلال و پاک ہیں جن کو تم شرعی قاعدے سے ذبح کرو۔

چونکہ جانور دو قسم کے ہیں ایک حلال، دوسرے حرام۔ اسی طرح ایک حلت ہے اور ایک طہارت اور ایک حرمت اور ایک نجاست۔ اگر کسی حلال جانور کو شریعت کے قاعدے سے ذبح نہ کیا جائے تو وہ حرام اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی حرام جانور کو کسی

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

البحث عما لا يوجد فيه نص على قسمين احدهما ان يبحث عن دخوله في دلالة النص على اختلاف وجوها فهٰذا مطلوب لا مكروه بل ربما كان فرضا على من تعين عليه من المجتهدين.

(نیل الاوطار ص ۳۲۴ ج ۸)

اعتراض نمبر ۳۴:

کتا نجس عین نہیں

والصحيح ان الكلب ليس بنجس العين فلا يفسد لمآء ما لم يدخل فاهٗ هٰكذا في التبيين. (ص ۱۹)

اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں جب تک اس کا منہ (پانی میں) داخل نہ ہوا ہو پانی نجس نہیں ہوتا یہ تبیین میں لکھا ہے۔ (ص ۳۲ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۳)

جواب:

کتے کے نجس العین ہونے پر کوئی دلیل نہیں اگر ہے تو پیش کرو زمانہ نبوی میں کتے برابر مسجد نبوی میں آتے جاتے رہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے نہ تو کبھی کتوں کو مسجد سے روکا، اور نہ ان کی آمد و رفت کی جگہ کبھی دھلوائی اور صاف کرائی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كانت الكلاب تقبل وتدبر في المسجد في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يرشون شيئا من ذلك.

تنبیہ:

کتے کے نجس العین نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ زندہ کتا نجس نہیں ہے اور اس کی کھال

العین نہ ہو بنا بر روایات مذکورہ کے کوئی شک نہیں کیوں کہ دونوں دباغت اور ذبح جب ازالہ رطوبات نجسہ میں شریک ہیں تو طہارت میں بھی شریک ہوں گے تفریق بغیر دلیل تحکم پر مبنی ہے۔

غیر مقلدین سے سوال:

جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اگر اون کو بسم اللہ کہہ کر شرعی طریق سے کوئی ذبح کر دے تو مفتی صاحب فرمایئے کہ وہ ناپاک رہیں گے یا پاک ہو جائیں گے۔ اگر صورت اول ہے تو اس کے لیے کوئی صریح صحیح حدیث پیش کریں کہ وہ ناپاک ہی رہتے ہیں۔ اگر پاک ہو جاتے ہیں تو آپ اپنے مذہب کے صحیح ہونے کے واسطے حدیث صحیح پیش کریں اور پھر وہی ہماری دلیل ہوگی اور آپ کا شور وغل مچانا بے کار ہوگا۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ عام لوگوں کو دھوکہ میں نہ ڈالیے گا کہ یہ لوگ پاک کہتے ہیں تو حلال بھی ہونا چاہیے۔ حلال ہونا اور چیز ہے اور پاک ہونا اور شے ہے۔ دونوں میں فرق ہے ایک چیز شرع سے پاک ہے لیکن حلال نہیں ہوتی۔

پھر حنفیہ مطلقاً ذبح کو طہارت نہیں کہتے بلکہ اس کے لیے صحیح قول کی بنا پر ذبح شرعی کی شرط لگائی ہوئی ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب ہو بسم اللہ کہہ کر ذبح کرلے جو محل ذبح ہے اسی پر فعل ذبح واقع ہو اگر ان میں ہے ایک امر بھی مفقود ہوگا تو طہارت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح محققین حنفیہ نے تصریح کی ہے اس ذبح سے فقط چمڑا اس کا پاک ہوتا ہے باقی اور اجزا جن میں حیات حلول کیے ہے پاک نہیں ہوتے لیکن اول راجح ہے ساتھ ہی ساتھ اس کی بھی تصریح ہے کہ جو جانور نجس العین ہیں وہ ذبح سے پاک نہیں ہوتے اسی طرح یہ بھی مصرح ہے کہ جن کا چمڑا دباغت کو قبول نہیں کرتا وہ بھی ذبح کرنے سے پاک نہیں ہوتے۔

تعجب ہے مفتی صاحب کو یہ خیال نہیں آیا کہ میں یہ اعتراض عالمگیری پر کر رہا ہوں یا رسول کریم ﷺ پر۔ فتاویٰ عالمگیری نے وہی کہا ہے جو حضور ﷺ نے فرمایا ہے پھر اگر یہ گندا مسئلہ ہے تو شرم کرو کہ اس کی نوبت کہاں تک پہنچی ہے؟

تمہارا مولوی وحید الزماں بڑا پکا غیر مقلد، تقلید کو برا کہنے والا، صحاح ستہ کا ترجمہ کرنے، قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والا اور فقہ محمدی لکھنے والا، کتے، درندے، بھیڑیئے تو ایک طرف خنزیر کے چمڑے کو بھی دباغت سے پاک لکھتا ہے۔

فقہاء ﷭ نے تو خنزیر کو مستثنیٰ کیا ہے مگر یہ حضرت تو اس کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے۔ چنانچہ نزل الابرار کے ص ۲۹ ج اول میں لکھتے ہیں:

ایما اھاب دبغ فقد طھر ومثلہ المثانۃ والکرش واستثنی بعض اصحابنا جلد الخنزیر والادمی الصحیح عدم الاستثناء.

کہ جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے مثانہ اور اوجری میں بھی اسی طرح ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے خنزیر اور آدمی کو مستثنیٰ کیا ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مستثنیٰ نہیں۔

جب آپ کے بڑے یہی مسئلہ لکھتے ہیں تو آپ حنفیہ کو کیوں آنکھیں دکھاتے ہیں۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لیجیے۔ اپنے وحید الزمان پر اعتراض کیجیے۔ آپ یہی کہیں گے کہ ہم وحید الزمان کے مقلد نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تم ان کے فتاویٰ پر بلا دلیل عمل کرتے ہو یا نہیں؟ اگر کہو کہ نہیں تو بالکل غلط ہے۔ مولانا ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث کے کئی ایسے فتاویٰ ہیں جن پر انہوں نے کوئی دلیل نہیں لکھی مگر پوچھنے والوں نے ان کو مان لیا۔

کیا مولوی وحید الزمان، نواب صدیق حسن وغیرہ غلطی نہیں کر سکتے؟ تو کیا وجہ ہے کہ ان مسائل پر تو بلا تحقیق عمل کیا جائے اور ائمہ احناف کے مسائل پر تنقید ہی تنقید روا رکھی جائے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ آپ لوگ برائے نام غیر مقلد ہیں۔

دباغت سے پاک ہوسکتی ہے۔ دیکھو شامی ج ۱ ص ۱۴۶، ہاں اس کا گوشت، خون، لعاب ناپاک ہیں۔ (شامی ص ۱۴۵ ج ۱)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ کتا نجس نہیں، معترض اتنا بے خبر ہے کہ نجس اور نجس العین میں فرق نہیں جانتا، بعض فقہاء ﷭ نے کتے کو نجس العین بھی لکھا ہے اور نجس العین نہ ہونے کی بھی روایت ہے۔ کتا نجس العین نہ سہی، نجس تو ہے۔ اس کا گوشت اور خون بالاتفاق پلید ہے۔

لو ہم تمہارے پیشواؤں سے دکھا دیتے ہیں کہ وہ کتا کو پلید ہی نہیں سمجھتے۔ علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

دم السمك طاهر و كذا الكلب وريقه عند المحققين من اصحابنا

(نزل الابرار ج ۱ ص ۳۰)

''ہمارے محققین کے نزدیک مچھلی کا خون پاک ہے۔ اسی طرح کتا اور اس کا لعاب (بھی پاک ہے)۔

امام بخاری بھی ان محققین میں ہیں جو کتے کو پاک سمجھتے ہیں۔

عرف الجادی کے ص ۱۰ میں تصریح ہے کہ کتے کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں، نواب صدیق حسن بھی بدور الاہلہ میں کتے کو پاک لکھتا ہے۔ تو یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کے اپنے ہی گھر سے نکل آیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد اول ص ۱۳۸ میں مالکیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

لكون الكلب طاهر عندهم

''کہ کتا مالکیہ کے نزدیک پاک ہے۔''

امام شعرانی میزان الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

ومن ذالك قول الامام الشافعي واحمد وابي حنيفة بنجاسة الكلب

مع قول الامام مالك بطهارته

''دوسرا قول وہ ہے جس کے امام شافعی اور امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ قائل ہیں اور وہ یہ ہے کہ کتا نجس ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول اس کے پاک ہونے کا مخالف ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد ا ص ۱۴۰ میں نقل کرتے ہیں:

و انما ساق المصنف هذا الحديث هنا ليستدل به مذهبه فى طهارة سؤر الكلب

''یعنی امام بخاری اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں تا کہ کتے کے جوٹھے کے پاک ہونے پر اپنے مذہب کے لیے استدلال کریں۔''

کہیے جناب امام مالک اور امام بخاری کے متعلق کیا خیال ہے اور اپنے وحید الزمان اور نواب صدیق حسن خان اور نواب نورالحسن خان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ لیکن افسوس کہ آپ کو تو صرف اور صرف امام اعظم سے ہی بغض وعناد ہے۔

اعتراض نمبر ۳۵:

صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہے اگر یہ دھلا ہوا بھی ہو

وبالحجر عليه غبارا ولم يكن بان كان مغسولا او املس مدقوقا او غير مدقوق كذا فى قاضى خان. (ص ۲۷ ج ۱)

''اور پتھر پر تیمم جائز ہے خواہ اس پر غبار ہو یا نہ ہو مثلاً دھلا ہوا ہو یا چکنا ہو خواہ پسا ہوا ہو یا بے پسا ہو۔(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۵)

جواب:

کیا تمہارے پاس کوئی حدیث ہے جس میں یہ حکم ہو کہ ان اشیاء پر تیمم درست نہیں۔ اگر ہے تو بیان کرو ورنہ اپنا اعتراض واپس لو۔

سنیے! ہدایہ شریف میں اس کی دلیل موجود ہے۔ یعنی

ان الصعید اسم لوجه الارض

''صعید مٹی ہی کو نہیں کہتے بلکہ صعید روئے زمین کا نام ہے۔''

علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

لان الصعید لیس التراب انما هو وجه الارض ترابا کان او صخرا لاتراب علیه او غیره

''کیوں کہ صعید مٹی نہیں بلکہ روئے زمین ہے، مٹی ہو یا پتھر جس پر مٹی نہ ہو یا اس کا غیر ہو۔''

اور حدیث بخاری و مسلم میں آیا ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا

''کہ میرے لیے جنس زمین کو مسجد اور طہور بنایا گیا۔''

ایک حدیث میں آیا ہے **''التراب طهور المسلم''**

علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

هذا الذی ذکره فی الحقیقة استدلال لابی حنیفة ومحمد علی جواز التیمم بجمیع اجزاء الارض لان اللام فیها للجنس فلا یخرج شیء منها وکان الارض کلها جعلت مسجدا وما جعل مسجدا هو الذی جعل طهورا

(عینی ج ا ص ۳۱۱)

''درحقیقت اس میں ابوحنیفہ ومحمد کی دلیل ہے کہ زمین کے جمیع اجزاء کے ساتھ تیمم جائز ہے۔ کیوں کہ اس میں ''لام'' جنس کے لیے ہے تو کوئی چیز اس لیے خارج نہ ہوگی اور سب زمین مسجد بنائی گئی ہے تو جو مسجد بنائی گئی وہی پاک کرنے والی بنائی گئی۔''

تو اس سے تیمم بھی درست ہوا۔ کیوں کہ ریت، چونہ، پتھر اور گچ یہ سب چیزیں مسجد ہیں اور ان پر نماز جائز ہے جن پر نماز پڑھنا جائز ہوا ان پر تیمم کرنا بھی جائز ہے۔

نواب حسن صدیق بھوپالی روضۃ الندیہ کے ص ۹ میں لکھتے ہیں:

قال فی القاموس والصعید التراب او وجه الارض انتھٰی والثانی ھو الظاھر من لفظ الصعید لانه ما صعد ای علا وارتفع علی وجه الارض وھذه الصفة لا تختص بالتراب ویوید ذالك حدیث جعلت لی الارض مسجدا وطھورا.

''قاموس میں ہے کہ صعید تراب ہے یا روئے زمین، اور دوسرا معنی لفظ صعید سے ظاہر ہے۔ صعید وہ ہے جو بلند ہو اور زمین کے اوپر ہو۔ اور یہ صفت یعنی روئے زمین پر ہونا، مٹی کے ساتھ مختص نہیں (کہ تیمم اسی کے ساتھ مختص ہو) اور حدیث جعلت لی الارض مسجدا و طھورا بھی اس کی تائید کرتی ہے۔''

عرف الجادی میں ہے:

تخصیص صعید بتراب ممنوع است

صعید کی تخصیص مٹی سے کرنا صحیح نہیں

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم نے تیمم کے لیے صعیدا طیبا فرمایا ہے۔ صعید روئے زمین کو کہتے ہیں اور روئے زمین میں ہر جگہ مٹی نہیں ہوتی۔ ریگستان میں ریت ہے، پتھریلی زمین میں پتھر ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو جنس زمین سے ہوگی اس پر تیمم جائز ہے۔

اس مسئلہ کو جس کا ماخذ قرآن وسنت ہے، خلاف عقل ونقل قرار دینا فرقہ غیر مقلدین کا خاصہ ہے۔

اعتراض نمبر ۳۶:

ایک مثقال نجاست مغلظہ کی چھوٹ

وھی نوعان الاول المغلظة وعفی منه قدر الدرھم والصحیح ان یعتبر بالوزن فی النجاسة المتجسدة وھو ان یکون وزنه قدر الدرھم الکبیر المثقال. (ص ۴۵ ج ۱)

''نجس چیزیں دو قسم ہیں اول مغلظہ وہ بقدر درہم کے عفو (معاف) ہے اور درہم کے اعتبار میں روایتیں مختلف ہیں صحیح یہ ہے کہ اگر جسم دار نجاست ہو تو وزن کا اعتبار کریں اور وہ یہ ہے کہ وزن اس کا درہم کبیر کے برابر ہو جو ایک مثقال ہوتا ہے۔ اور مثقال بیس قیراط ہوتا ہے۔'' (ص ۸۳ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۵)

جواب:

بے شک فقہاء ؒ نے ایسا لکھا ہے لیکن یہ معافی بہ نسبت صحتِ نماز ہے نہ بہ نسبت گناہ کے۔ یعنی اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کرنے والے کو گناہ بھی نہیں۔ خود فقہاء ؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔

درمختار میں ہے:

عفا الشارع عن قدر درهم وان كره تحريما فيجب غسله (درمختار)

شارع نے قدر درہم معاف کیا ہے اگرچہ مکروہ تحریمہ ہے پس اس کا دھونا واجب ہے۔

معلوم ہوا کہ جس کپڑے کو بقدر درہم نجاست لگی ہوگی۔ اس میں نماز پڑھنا ہمارے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے۔ اس کا دھونا واجب اور نماز کا اعادہ واجب ہے۔

كما قال الشيخ عبدالحئ لكهنوى فى عمدة الرعاية (ص ۱۵۰ ج ۱)

اشار الى ان العفو عنه بالنسبة الى صحة الصلوة به فلا ينافى الاثم.

''کہ یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ یہ کہ اس کو گناہ نہیں۔''

اور یہ اجازت ہی اس صورت میں ہے کہ دھونے کے لیے پانی یا دوسرا پاک کپڑا نہ ملے۔ اگر پانی میسر ہے اور وقت کی گنجائش بھی ہے تو اسے دھو لینا چاہیے۔

چنانچہ فتاویٰ غیاثیہ ص ۱۳ میں ہے:

دخل في الصلٰوة فرئ في ثوبه نجاسة اقل من قدر الدرهم وكان في الوقت سعة فالافضل ان يقطع او يغسل الثوب ويستقبلها في جماعة اخرىٰ وان فاتته هذه ليكون مؤديا فرضه على الجواز بيقين فان كان علمًا للماء او لم يكن في الوقت سعة او لا يرجو جماعة اخرىٰ مضى عليها وهو الصحيح.

"یعنی نماز شروع کی تو دیکھا کہ کپڑے میں قدر درہم سے کم نجاست ہے اور وقت میں فراخی ہے تو افضل یہ ہے کہ نماز قطع کر کے کپڑا دھوڈالے اور دوسری جماعت میں نئے سرے سے شروع کرے اگرچہ یہ جماعت اس کی فوت بھی کیوں نہ ہو جائے۔ تا کہ اس کے فرض یقینا ادا ہو جائیں اور اگر پانی نہیں یا وقت میں وسعت نہیں یا دوسری جماعت ملنے کی امید نہیں تو اسی کے ساتھ نماز پڑھ لے۔

امام طحطاوی فرماتے ہیں:

المراد عفا عن الفساد به والا فكراهة التحريم باقية اجماعا ان بلغت الدرهم وتنزيها ان لم تبلغ. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۹۰)

"یعنی عفو سے مراد ہے کہ نماز فاسد نہیں ورنہ کراہت تحریمی اجماعاً باقی رہتی ہے اگر درہم کو نجاست پہنچے اگر درہم سے کم ہو تو کراہت تنزیہی رہتی ہے۔"

معلوم ہوا کہ اگر بقدر درہم نجاست کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ جس کا اعادہ واجب اور کپڑے کا دھونا واجب ہے۔

پس دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ معترض ان تمام باتوں کو بھی لکھتا پھر اعتراض کرتا تا کہ ناظرین کو اصل مذہب کا پتہ لگ جاتا۔ مگر یہاں تو عوام کو صرف مغالطہ میں ڈال کر مذہب حنفی سے بیگانہ کرنا مقصود تھا۔ دیانت سے کیا کام؟ جب اصل مسئلہ معلوم کر چکے تو اس معافی کا ماخذ بھی معلوم کر لینا چاہیے۔ یہ معافی فقہاء نے استنجاء بالاحجار سے اخذ کی ہے کیوں کہ ظاہر ہے پتھر ڈھیلے مزیل نجاست نہیں ہیں بلکہ مخفف اور منشف ہیں تو موضوع غائط کا نجس

ہونا شریعت نے نماز کے لیے معاف کیا ہے اور وہ قدر درہم ہوتا ہے۔ اس لیے فقہاء نے نماز کے لیے بقدر درہم معاف لکھا ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں حدیث اذا استیقظ احدکم من منامہ کے بعض فوائد میں سے لکھتے ہیں:

منها ان موضع الاستجاء لا يطهر بالاحجار بل يبقى نجسا معفوا عنه في حق الصلوٰة. (نووی ص ۱۳۶)

"یعنی بعض فوائد میں سے یہ ہے کہ استنجاء کی جگہ پتھروں سے پاک نہیں ہوتی بلکہ نجس رہتی ہے جو نماز کے حق میں معاف ہے۔"

اسی طرح حافظ ابن حجر فتح الباری پارہ نمبر ۱ میں لکھتے ہیں ہدایہ شریف میں ہے:

قدرناه بقدر الدرهم اخذا عن موضع الاستجاء (ص ۵۸)

"کہ وہ قلیل نجاست جو کہ عفو ہے ہم نے اس کا اندازہ بقدر درہم رکھا اور اس کا ماخذ استنجاء کی جگہ (کا معاف ہونا ہے)"

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قال في شرح المنية ان القليل عفوًا جماعًا اذا الاستجاء بالحجر كاف بالاجماع وهو لا يستاصل النجاسة والتقدير بالدرهم مروى عن عمر و علي وابن مسعود وهو مما لا يعرف بالرائے فيحمل على السماع اھ وفي الحلية التقدير بالدرهم وقع على سبيل الكناية عن موضع خروج الحدث من الدبر كما افاده ابراهيم النخعي بقوله انهم استكرهوا ذكر المقاعد في مجالسهم فكنوا عنه بالدرهم ويعضده ما ذكره المشائخ عن عمر انه سئل عن القليل من النجاسة في الثوب فقال اذ كان مثل ظفرى هذا بمنع جواز الصلوٰة قالوا وظفره كان قريبا من كفنا اھ. (شامی ص ۲۳۱ ج ۱)

"شرح منیہ میں کہا ہے کہ نجاست قلیل اجماعاً معاف ہے کیوں کہ پتھروں سے

استنجاء کرنا بالاجماع کافی ہے اور وہ نجاست کو بالکل ختم نہیں کرتا۔ اور درہم کا اندازہ حضرت عمر و علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے چونکہ اس میں رائے کا دخل نہیں اس لیے سماع پر محمول ہوگا۔ اور حلیۃ میں ہے کہ درہم کا اندازہ بطور کنایہ ہے دبر سے جیسے کہ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اپنے مجالس میں مقاعد کا ذکر برا سمجھا تو کنایۃً درہم سے تعبیر کیا۔ اور اسی کی تائید کرتا ہے جو مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر سے جب قلیل نجاست کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا جب میرے ناخن کے مثل ہو تو نماز کے جواز کو منع نہیں کرتا۔ کہتے ہیں کہ آپ کا ناخن ہماری ہتھیلی (کے مقعر) کے برابر تھا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ قدر درہم بھی صحابہ سے مروی ہے۔ وللہ الحمد

اعتراض نمبر ۳۷:

پلید انگلی چاٹنے سے پاک

اذا اصابت النجاسة بعض اعضائه ولحسها بلسانه حتى ذهب اثرها يطهر. (ص ۴۵ ج ۱)

''اگر کسی عضو پر نجاست لگ جاوے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یہاں تک کہ اس نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے گا۔'' (ص ۸۳ ج ۱)

سبحان اللہ غذا کی غذا ملذت کی لذت، پاکی کی پاکی، حرامفت، مفت را چہ باید گفت۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶)

اعتراض نمبر ۳۸:

پلید چھری چاٹنے سے پاک

وكذا السكين اذا تنجس فلحسه بلسانه او مسحه بريقه هكذا في فتاوى قاضي خان. (ص ۴۵ ج ۱)

''اور اسی طرح اگر چھری نجس ہو جاوے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یا اپنا تھوک

لگا کر اس کو پونچھ لے تو پاک ہو جاوے گی۔" (ص ۸۳ ج ۱)

سبحان اللہ، ناشتے کا ناشتہ اور چھری بھی پاک اور مزا مفت۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶)

اعتراض نمبر ۳۹:

پلید کپڑا چاٹنے سے پاک

ولو لحس الثوب بلسانه حتى ذهب الاثر فقد طهر. (ص ۴۵ ج ۱)

"اگر کپڑے کو زبان سے چاٹے، یہاں تک کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے گا۔" (ص ۸۳ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۶)

جواب:

ان تینوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلدین نے اپنی ناقص الفہمی کی بنا پر فتاویٰ عالمگیری کی عالمی حیثیت نہیں سمجھی یہ فتاویٰ بفضلہ تعالیٰ عالمی فتاویٰ ہے۔ اس میں وہ تمام مسائل حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو عالم اسلام میں عموماً یا خصوصاً پیش آتے رہتے ہیں یا آ سکتے ہیں تا کہ مملکت اسلامیہ کے قاضی صاحبان ان سے استفادہ کر کے ان سے نادر سے نادر واقعات و مقدمات کا حل دریافت کر سکیں۔ دنیائے عالم میں جہاں عاقل بالغ آباد ہیں وہاں پاگل اور بچے بھی رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بھی کئی مسئلے جنم لیتے رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا مسئلہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ہاتھ کی کسی انگلی پر اگر پیشاب یا شراب یا خون لگ جائے تو انگلی کو اس نجاست سے صاف کرنے کے لیے پانی ہی استعمال کیا جاتا ہے مگر بچوں اور پاگلوں سے یہ امید نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ اس نجاست کو پانی سے ہی صاف کریں گے بلکہ یہاں ممکن ہے کہ بجائے انگلی دھونے کے ... چاٹ لیں۔ (العیاذ باللہ) اور چاٹنے کے بعد وہی انگلی کسی شخص کے

پانی میں ڈبو دیں اور وہ شخص اسلامی عدالت میں اس نوعیت کا مقدمہ دائر کر دے کہ میں پچاس روپے کا پانی خرید کر مٹکے میں ڈالا تھا فلاں پاگل نے نجاست سے لبریز انگلی کو پہلے اچھی طرح چاٹا پھر اپنی انگلی میرے پانی میں ڈبو دی جس سے پانی پلید اور بیکار ہو گیا۔ لہٰذا مجھے پاگل کے مال سے پانی کی قیمت دلائی جائے تو جس قاضی نے فتاویٰ عالمگیری کا مندرجہ بالا مسئلہ پڑھا ہو گا وہ یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دے گا کہ جب مدعی خود تسلیم کرتا ہے کہ پاگل نے پہلے انگلی سے نجاست کو چاٹ کر زائل کر دیا تھا پھر پانی میں ڈبو دیا تھا تو پاگل کی انگلی کے سبب پانی پلید نہ ہوا کیوں کہ جب انگلی پر سے نجاست زائل کر دی گئی تو نہ انگلی پلید رہی نہ پانی پلید ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ نجاست کو چاٹنا جائز ہے۔ یا یہ کہ فقہ حنفی میں انگلی پاک کرنے کا یہی طریقہ ہے یہ نجس فہمی صرف مخالفین کی دماغی نجاست کا نتیجہ ہے بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں تو یہاں تک نفاست پسندی فرمائی گئی ہے کہ جو حلال جانور نجاست کھاتا ہو اسے نہ کھائیں بلکہ کئی دن تک باندھ رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے پھر جب اس کا گوشت نجاست کے اثر سے پاک ہو جائے تو ذبح کر کے کھائیں اونٹ چالیس دن تک باندھا جائے گا۔ گائے بیس دن تک، مرغی تین دن تک اور چڑیا ایک دن تک۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۸)

اعتراض نمبر ۴۰:

کتے کے بالوں کا ازار بند استعمال کریں

اذا جعلت التکۃ من شعر الکلب لا باس بہ

اگر کتے کے بالوں سے ازار بند بنا دیں تو مضائقہ نہیں۔ (ص ۴۸ ج ۱)

وضاحت:

یعنی ریشم اور سلک نہ سہی تو کتے کے بال ہی سہی شاید نرم ہوتے ہوں گے؟ ملیں گے بھی مفت۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۱۷)

جواب:

مفتی صاحب کو اپنے گھر کی خبر نہیں ۔نواب نورالحسن کی عرف الجادی کے ایک مسئلہ سے تو یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ سور کے بالوں سے ازار بند بنانا جائز ہے اور تکیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب دباغت سے کھال پاک ہوگئی تو بال بھی تو کھال کے ساتھ ہی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ مفتی صاحب کتے کے بالوں کو ناپاک یا حرام ثابت کرنے کی کوئی دلیل بیان کریں۔ جب حدیث میں آتا ہے((اَيُّمَا اِهَابٌ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ))

ترمذی ابواب اللباس اور مسلم باب طہارۃ جلود المیتۃ بالدباغ میں ہے((اِذَا دُبِغَ الْاِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ))

اور مسلم ہی میں ہے فَقَالَ هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَانْتَفَعْتُمْ

اور بخاری کتاب الزکاۃ باب الصدقۃ علی موالی میں ہے۔

قَالُوْا اِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ اِنَّمَا حَرُمَ اَكْلُهَا

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ دباغت سے چمڑا پاک ہو جاتا ہے اور بال چمڑے کے ساتھ ہی ہوتے ہیں کیوں کہ اہاب الجمعہ بالوں کے چمڑے کا نام ہے۔ جب وہ پاک ہو گیا تو بال بھی پاک ہو گئے ورنہ حضور ﷺ تصریح فرما دیتے کہ بال کاٹ لو پھر کھال سے نفع اٹھاؤ۔ یا یہ فرماتے کہ چمڑا تو پاک ہو جاتا ہے لیکن بال پاک نہیں ہوتے۔

جوہرا لنقی جلد ا ص ۲۱ میں ہے

فهو اسم للجلد بشعره فدل على طهارة شعره ايضا لو لا ذالك لقال احلقوا شعره ثم انتفعوا به

(اہاب) نام ہے کھال مع بال کا پس یہ بالوں کے پاک ہونے کی بھی دلیل ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضور ﷺ فرما دیتے کہ بال اتار کر (کھال سے) نفع حاصل کرو۔

اعتراض نمبر ۴۱:

تکبیر کہتے وقت اللہ اکبر کی جگہ کوئی اور لفظ استعمال کرنا

مسئلہ: رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کے ساتھ ہی اپنی نمازوں کا آغاز کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ بیش از بیش مروی ہیں۔ چند یہ ہیں۔

ا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے (انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا الخ) (صحیح بخاری ص ۱۰۱ ج ۱)

"کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ تم اس کی اقتدا کرو پس جب وہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔"

۲۔ رفاع بن رافع سے مرفوع حدیث ہے: (فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا تتم صلوٰۃ لاحد من الناس حتی یتوضأ فیضع الوضوء یعنی مواضعه ثم یکبر ویحمد اللہ عز وجل.) (ابوداؤد مع عون المعبود ص ۳۲۰ ج ۱)

"پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی اس وقت تک نماز پوری ادا نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح وضو کر کے اللہ اکبر کے ساتھ اپنی نماز شروع نہ کرے اور بعد ازاں اللہ عز وجل کی حمد نہ کرے اور طبرانی کے الفاظ ہیں ثم یقول اللہ اکبر

(فتح الباری ص ۲۱۷ ج ۲)

۳۔ ابوحمید سے روایت ہے: (کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ اعتدل قائما ورفع یدیه ثم قال اللہ اکبر اخرجه ابن ماجة وصححه ابن خزیمة وابن حبان فتح الباری) (فتح الباری ص ۲۱۷ ج ۲)

۴۔ وروی البزار باسناد صحیح علی شرط مسلم عن علی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان اذا قام الی الصلوٰۃ قال اللہ اکبر ولا حمد

والنسائی من طریق واسع بن حبان انه سأل ابن عمر عن صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال الله اکبر کلما وضع ورفع.

(فتح الباری، باب ایجا التکبیر، ص۲۷۱ج۲)

ان تمام احادیث صحیحہ قولیہ اور فعلیہ کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اللہ اکبر ہی کے لیے ساتھ نماز کا آغاز فرمایا کرتے تھے۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اللہ اکبر ہی کے ساتھ اپنی نماز شروع کیا کرتے تھے اور کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے کبھی سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اپنی کسی نماز کی ابتدا کی ہو۔ مگر فتاویٰ عالمگیری ان حدیثوں کو نہیں مانتا۔

اعتراض نمبر ۴۲:

اللہ اکبر کی جگہ سبحان اللہ کہنا

لو شرع بالتسبیح او بالتهلیل صح. (ص۶۸ج۱)

''اگر نماز کو سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ سے شروع کیا تو صحیح ہے۔'' (ص۱۴۴ج۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۱)

نوٹ: اس عبارت کے آگے لکھا ہے۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ تکبیر سے شروع کرے یہ تبیین میں لکھا ہے نماز بغیر تکبیر کے شروع کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور یہی اصح ہے۔ یہ ذخیرہ اور محیط اور ظہیریہ میں لکھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری اردو ج۱ ص۱۰۶)

اعتراض نمبر ۴۳:

اللہ اکبر کی جگہ اللہ کے ناموں سے کوئی نام لینا

ثم الاصل عند ابی حنیفة رحمه الله ان ما تجرد للتعظیم من اسماء الله تعالیٰ جاز الافتتاح به نحو الله الـٰه وسبحان الله ولا اله الا الله کذا فی

التمہید. (ص ۶۸ ج ۱)

''امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے جو نام صرف تعظیم کے واسطے ہیں ان سے نماز شروع کرنا جائز ہے جیسے اللہ الٰہ اور سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ'' (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

اعتراض نمبر ۴۴:

اللہ اکبر کی جگہ الحمد للہ

و کذا الحمد للہ و لا الٰہ غیرہ و تبارک اللہ. (ص ۶۸ ج ۱)

''اور اسی طرح الحمد للہ اور لا الٰہ غیرہ اور تبارک اللہ کا حکم یہ محیط میں لکھا ہے۔''

(ص ۱۴۴ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

اعتراض نمبر ۴۵:

اللہ اکبر کی جگہ اللہ اجل

و کذا اذا قال اللہ اجل او اعظم او الرحمٰن اکبر اجزأ عندھما.

(ص ۶۸ ج ۱)

''اسی طرح اگر (تکبیر اللہ اکبر کی جگہ) اللہ اجل یا اللہ اعظم یا الرحمٰن اکبر کہا تو امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔'' (ص ۱۴۴ ج ۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۱)

اعتراض نمبر ۴۶:

اللہ اکبر کی جگہ اللّٰھم

ولو قال اللّٰھم یصیر شارعاً عند الفقھاء. (ص ۶۸ ج ۱)

اور اگر اللھم کہا تو فقہاء (حنفیہ) کے نزدیک نماز شروع ہو جاوے گی۔ (ص۱۲۴ ج۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۴۷:

اللہ اکبر کی جگہ اللہ اگبر

ولو قال الله اكبر بالكاف الفارسية يصير شارعًا كذا في المحيط.

(ص۶۸ ج۱)

''اور اگر اللہ اکبر کاف فارسی (گ) سے کہا تو نماز شروع ہو جاوے گی۔''

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۴۸:

اللہ اکبر کی جگہ خدا بزرگ تر

لو كبر بالفارسية جاز هكذا في المتون كان يحسن العربية او لا.

(ص۶۹ ج۱)

''اگر فارسی میں تکبیر (خدا بزرگ تر) کہی تو نماز جائز ہو جاوے گی خواہ عربی میں کہہ سکتا ہو یا نہ کہہ سکتا ہو۔'' (ص۱۲۶ ج۱)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۴۹:

جب عربی میں کہہ سکتا ہو تو فارسی میں کہنی مکروہ ہے

وإذا كان يحسنها يكره هكذا في المتون (ص۶۹ ج۱)

اور جب عربی میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو تو فارسی میں تکبیر کہنی مکروہ ہے۔

کھلا تضاد: اوپر کے فتویٰ میں حنفی متون کا حوالہ ہے مگر عربی میں تکبیر کہہ سکتا ہو تو پھر بھی

فارسی میں تکبیر کہنی جائز ہے اور اس فتوی میں حنفی متون کے حوالہ سے کہا کہ اگر عربی میں تکبیر کہہ سکتا ہے تو پھر اس کو فارسی میں تکبیر کہنی مکروہ ہے۔ آخر یہ کھلا تضاد کیوں۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲)

اعتراض نمبر ۵۰:

فارسی زبان میں صرف تکبیر ہی نہیں بلکہ اور کچھ بھی

وعلى هذا الخلاف جميع اذكار الصلٰوة من التشهد والقنوت والدعاء وتسبيحات الركوع والسجود. (ص۶۹ ج۱)

''اور نماز کے سارے ذکروں میں جیسے تشہد اور قنوت اور دعا اور رکوع اور سجود کی تسبیح میں خلاف جاری ہے۔'' (ص۱۲۶ ج۱)

(فتاوی عالمگیری پر ایک نظر ص۲۲،۲۳)

اعتراض نمبر ۵۱:

صرف فارسی ہی میں نہیں

وكذا كل ما ليس بعربية كالتركية والزنجية والحبشية والنبطية هكذا في فتاوىٰ قاضي خان. (ص۶۹ ج۱)

''اور جو حکم فارسی کا ہے وہی ان سب زبانوں کا ہے جو عربی نہیں جیسے ترکی اور زنجی اور حبشی اور نبطی'' (ص۱۲۶ ج۱)

نتیجہ:

ظاہر ہے کہ انگریزی، فرنچ، چینی، لاطینی، اردو، پنجابی، سرائیکی، بلوچی، سندھی، ہندی، پشتو، بلتی اور دوسری علاقائی زبانیں بھی اس فتویٰ کی وسعتوں میں ہیں۔ لہٰذا ان زبانوں میں بھی تکبیر تحریمہ اور اذکار لامحالہ جائز ہیں لہٰذا عربی زبان کا مصرف پھر ختم ہی رہا تاں۔

عرض:

جناب سلمان رضی اللہ عنہ کی زبان فارسی، جناب بلال رضی اللہ عنہ کی زبان حبشی اور جناب صہیب رضی اللہ عنہ کی زبان رومن تھی۔ کیا کوئی مثال ایسی موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابہ کرام کو ان کی علاقائی اور مادری زبانوں میں تکبیر تحریمہ اور دیگر اذکار نماز کی اجازت دی ہو۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین. (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۲،۲۳)

جواب:

ان دس اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

افسوس کہ معترض کو تعصب نے اندھا کر دیا کہ اس کو ہدایہ شریف میں یہ عبارت نظر نہ آئی۔

یروی رجوعه فی اصل المسئلة الی قولهما وعلیه الاعتماد.

(ہدایہ ص ۸۶ ج ۱)

"امام اعظم کا اس مسئلہ میں صاحبین کے قول کی جانب رجوع مروی ہے اور اسی پر اعتماد (فتویٰ) ہے۔"

درمختار میں اسی پر فتویٰ لکھا ہوا ہے اور توضیح تلویح ص ۹۷ میں بھی موجود ہے۔

پس جس مسئلہ میں امام صاحب کا رجوع ثابت ہے اور فقہاء نے تصریح بھی کی اور فقہاء کا اس پر فتویٰ بھی نہ ہو اس کو ذکر کر کے طعن کرنا، تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ جب صاحب ہدایہ نے اور دیگر فقہاء علیہم الرحمۃ نے تصریح فرما دی کہ قرآن کے معنی ہی نماز میں پڑھنے سے نماز جائز نہیں۔ امام صاحب نے اپنے پہلے قول جواز سے رجوع فرما لیا ہے۔ تو اب قول مرجوع عنہ کو پیش کر کے طعن کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔

اہل سنت والجماعت حنفی مسلک کی آج تک جتنی بھی کتابیں نماز کے مسائل پر لکھی گئی ہیں ان سب میں لکھا ہے کہ نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے کرے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مفتی کفایت اللہ حنفی دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نماز کی نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لو۔ (تعلیم الاسلام حصہ اول ص ۲۶، ۲۷ تاج کمپنی)

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مسئلہ نمبر۱: نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے۔

(بہشتی زیور حصہ دوم فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان ص ۱۱۶)

(۳) مولانا فیض احمد صاحب حنفی نے "نماز مدلل" ص ۶۸ پر نماز کا طریقہ کا عنوان قائم کر کے وہی حدیث ابوحمید والی جو مفتی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص ۲۰ نمبر ۳ پر تعارض ثابت کرنے کے لیے نقل کی ہے، نقل فرمائی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا اس حدیث پر عمل ہے اور مفتی صاحب دھوکہ دے رہے ہیں۔

(۴) مولانا مفتی جمیل احمد نذیری حنفی انڈیا "رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز" ص ۹۰ پر لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کا مطلب ہے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھنا

(۵) الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ "نماز پیمبر ﷺ" کے ص ۱۰۰، ۱۰۱ پر لکھتے ہیں:

انگوٹھے کانوں کی لو کے بالمقابل ہوں، اس وقت اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لو۔

(۶) مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی "سنت کے مطابق نماز پڑھیے" کے ص ۱۹ پر لکھتے ہیں:

فائدہ: خواہ کوئی بھی نماز ہو شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنا شرط اور فرض ہے۔ علامہ حلبی نے شرح منیہ میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (السعایہ ص ۱۰۶)

(۷) مولانا ارشاد احمد فاروقی کراچی "احکام و آداب طہارت وضو اور نماز" کے ص ۸۸ پر لکھتے ہیں:

(۲۱) اللہ اکبر کہنا واجب ہے اور اللہ اکبر کے علاوہ سے افتتاح کرنا مکروہ ہے۔ یہ اصح

ہے۔(شامی ص ۴۸۰ ج ۱۔ ہندیہ ص ۶۸ ج ۱۔ بحر ص ۳۰۶ ج ۱)

(۸) مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی ''الکتاب المقبول فی صلاۃ الرسول ﷺ'' کے ص ۲۴۵ میں لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کا مطلب ہے ''اللہ اکبر'' کہہ کر نیت باندھنا۔ قرآن حکیم میں ہے وربك فکبر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر (مدثر:۳)

(۹) مولانا ابو ضیاء عبداللہ ہزاروی کراچی ''صفۃ صلاۃ النبی ﷺ'' کے ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں:

یعنی اللہ اکبر کہہ کر نمازی نماز میں داخل ہو جاتا ہے اور آخر میں السلام علیکم کہہ کر نماز سے نکل کیا جاتا ہے۔

(۱۰) علامہ ظہیر احسن شوق نیموی حنفی ''آثار السنن، باب افتتاح الصلاۃ بالتکبیر'' میں حضرت ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے، ہاتھوں کو اٹھاتے اور فرماتے اللہ اکبر۔ یہ روایت ابن ماجہ باب افتتاح الصلوٰۃ میں موجود ہے۔

اور مفتی صاحب نے اس کو تعارض ثابت کرنے کے لیے فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر کے ص ۲۰، ۲۱ پر ہمارے خلاف نقل کیا ہے۔ (سبحان اللہ)

ناظرین ہم نے صرف دس حنفی علماء کے حوالے نقل کیے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے حوالے ہم پیش کر سکتے ہیں۔ مفتی صاحب کو یہ حوالے نظر نہ آئے۔ حنفیوں کا جو مذہب ہے وہ حنفیوں نے اپنی اردو کتابوں میں بھی عوام کے لیے نقل کیا ہوا ہے۔ (اللہ ہم سب کو ہدایت دے)

اعتراض نمبر ۵۲:

عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے نماز نہیں ٹوٹتی

ولو نظر الی فرج المطلقة طلاقا رجعيا عن شهوة فيصير مراجعًا لا

تفسد صلواته في رواية هو المختار كذا في الخلاصة. (ص۱۰۴ ج۱)

”جس عورت کو طلاق رجعی دے چکا ہے اگر نماز کے اندر شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو طلاق سے رجعت ہو جاوے گی اور ایک روایت کے بموجب اس کی نماز فاسد نہ ہو گی یہی مختار ہے۔“ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۶)

جواب:

یہ مسئلہ کتاب الطلاق سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ عبارات بالذات بالاصالت رجعت کے ثبوت کے لیے تحریر کی گئی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تو عدت میں اگر اس شخص کی نظر نماز کی حالت میں شہوت سے عورت کی شرمگاہ پر پڑ گئی تب بھی رجوع ثابت ہو جائے گا مگر نماز فاسد نہ ہو گی کیوں کہ فقط نظر تو کسی چیز پر بھی پڑ سکتی ہے۔ اس میں نمازی کا کیا قصور ہے؟ نمازی کے سامنے سے انسان، حیوان، مرد، عورت، چھوٹا، بڑا، عریاں، غیر عریاں سب ہی گزر سکتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ فقہ حنفی یہ نہیں کہتی کہ نمازی جان بوجھ کر ایسا کرے۔ بلکہ اگر ایسا ہو گیا تو رجوع ثابت ہو جائے گا۔

نوٹ: غیر مقلدین اس عبارت کے خلاف نہ تو کوئی قرآن کی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ حدیث۔

اعتراض نمبر ۵۴:

فقہ حنفی میں امام کی شرائط

چونکہ حنفی امام جی کی بات چل نکلی ہے۔ اس لیے اب لگے ہاتھوں حنفی بھائی اپنے پیش امام میں مطلوبہ شرائط بھی ملاحظہ فرمالیں۔ تا کہ ان کی نمازیں ضائع نہ ہوں۔ ثم الاحسن زوجة ثم الاكثر مالا ثم الاكثر جاها ثم الانظف ثوبا ثم الاكبر راسا والاصغر عضوا. (رد المحتار مطلب في تكرار الجماعة ج ۱ ص ۵۵۸)

یعنی امام خوبصورت بیوی والا، صاحب مال، صاحب مرتبہ، خوش لباس، بڑے سر والا

اور چھوٹے آلہ تناسل والا ہونا چاہیے۔

میرے حنفی بزرگو! موخر الذکر وصف یعنی ہونے والے امام کا آلہ تناسل چھوٹا ہو اس کا پتہ کیسے چلے گا؟ بیوی کا وضاحتی بیان قبول کرو گے یا ڈاکٹری رپورٹ پر اعتماد کرو گے آج کل تو رشوت ستانی نے آپ کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۲۷، ۲۸)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت میں حسنِ سیرت مراد ہے یعنی جس کی عورت بری نہ ہو نیک ہو۔ اس کے اوصاف اچھے ہوں۔ کیوں کہ بری بیوی سے مرد کو نفرت ہوتی ہے اور نیک سے محبت۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم.

"اپنے امام برگزیدہ بنایا کرو کیوں کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایلچی ہیں۔" (سنن الکبریٰ ج ۳ ص ۹۰۔ کنز العمال اردو جلد ۷ ص ۲۷۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

خیارکم خیارکم لنسائھم (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۹)

"تم میں سے برگزیدہ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہیں۔"

اور ایک روایت میں ہے: "خیرکم خیرکم لأھلہ" (طبرانی)

"تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہو۔"

ظاہر ہے کہ جس شخص کی بیوی نیک سیرت ہوگی اس کا مرد بھی اس کے ساتھ اچھا ہوگا الا ماشاء اللہ۔ اور جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برگزیدہ فرمایا ہے اور برگزیدہ کو امام بنانے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ نیک اور خوش خصال بیوی کا شوہر امامت میں اولیت کا حق رکھتا ہے۔ دیکھیے مسئلہ تو بالکل صاف ہے۔ رہی یہ بات کہ کس شخص کی عورت اور اوصاف حمیدہ رکھتی ہے۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ دریافت کرتے

پھر یں۔ یہ امر تو ہمسایہ اہل محلہ اور عام لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی

اعتراض نمبر ۵۴:

وطی سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی

ولو وطیها فافضاها لا تحرم علیه امها لعدم تیقن کونه فی الفرج کذا فی البحر الرائق. (ص ۲۷۴ ج ۱)

''اگر کسی عورت سے وطی کی اور یہ صورت ہوئی کہ اس عورت کا پیشاب کا مقام اور پاخانہ کا مقام پھاڑ کر ایک کر دیا تو اس عورت کی ماں اس مرد پر حرام نہ ہوگی کیوں کہ اس امر کا یقین نہیں ہے کہ یہ وطی فرج میں واقع ہوئی۔'' (ص ۱۴۹، ۱۵۰ ج ۲)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۳۴)

جواب:

ہدایہ شریف میں اس مسئلہ کو مدلل بیان کیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ واطی اور موطوہ کے درمیان وطی سبب جزئیہ ہے یعنی وہ دونوں مثل ایک شخص کے ہو جاتے ہیں۔ عورت کے والدین اور اولاد اس مرد کے والدین اور اولاد کی طرح ہو جاتے ہیں اور مرد کے والدین اور اولاد اس عورت کے والدین اور اولاد کی طرح ہو جاتے ہیں۔ چاہے وطی حلال ہو یا حرام۔ پس جس طرح حلال وطی سے عورت کی ماں بیٹی حرام ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جس عورت کے ساتھ زنا کرے اس کی ماں بیٹی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہیں۔ جب یہاں پر یہ یقین ہی نہیں کہ وطی کہاں پر ہوئی ہے تو حرمت کا حکم سے کیسے لگ سکتا ہے۔ معترض کے پاس اگر کوئی حرمت ثابت کرنے کی ایسے مسئلہ میں قرآن وحدیث کی دلیل ہو تو بیان کرے۔

اعتراض نمبر ۵۵، ۵۶:

شراب اور خنزیر مہر میں

شراب اور خنزیر بعض قطعی حرام ہیں۔ اس مسئلہ کو یاد رکھ کر فتاویٰ عالمگیر یہ پڑھئے۔

فان تزوج ذمی علی خمرٍ او خنزیر ثم اسلما او اسلم احدھما فان کان الخمر او الخنزیر بعینہ ولم تقبض فلیس لھا الا المعین.

(ص ۲۲۷ ج ا فصل ۱۵)

اگر ذمی مرد نے کسی ذمیہ عورت سے شراب یا سور پر نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک مسلمان ہو گیا پس اگر شراب یا سور معین ہو اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں ہوا تو عورت کو سوائے اس معین کے کچھ نہ ملے گا۔ (ص ۲۵۹ ج ۲)

وضاحت:

اب تک سور کو نجس العین سنتے چلے آرہے تھے آج وہ بھی مال قرار پایا۔

(فتاویٰ عالمگیریہ پر ایک نظر ص ۳۷، ۳۸)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ ہدایہ سے ان مسائل کی وضاحت کی جاتی ہے۔

ہدایہ میں یہ مسئلہ شراب اور سور معین کے بارے میں لکھا ہے اور شراب یا سور غیر معین کے بارے میں خمر میں قیمت اور سور مہر مثل ہے۔ چنانچہ فرمایا

ان کانا بغیر اعیانھما فلھا فی الخمر القیمۃ وفی الخنزیر مھر المثل

امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل جو ہدایہ میں ہے وہ یہ ہے کہ شراب یا سور معین کو اشارہ کر کے ذمی ذمیہ نے اپنا مہر مقرر کیا تو عقد کرتے ہی وہ عورت اس شراب یا سور معین کی مالک ہو گئی۔ وہ اس کو فروخت یا ہبہ وغیرہ تصرف کر سکتی ہے۔ رہا یہ کہ ابھی عورت نے وہ شراب یا سور قبض نہیں کیا تو دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو گیا اب وہ عورت اسلام کی حالت میں بھی قبض کر سکتی کیوں کہ قبض میں زوج کی ضمانت سے عورت کی ضمان میں انتقال ہے اور یہ اسلام کے ساتھ منع نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

لابی حنیفة ان الملك فی الصداق المعین یتم بنفس العقد ولهذا ملك التصرف فیه وبالقبض ینتقل من ضمان الزوج الی ضمانها وذالك یمتنع بالاسلام کاسترداد الخمر المغضوب.

رہی یہ بات کہ وہ عورت اس سور یا شراب کو کیا کرے؟

درمختار میں ہے:

فتخلل الخمر و تسیب الخنزیر.

”شراب کو سرکہ بنائے اور خنزیر کو چھوڑ دے۔“

اور حاشیہ مدنی میں لکھا ہے:

بہتر یہ ہے کہ سور کو قتل کر دے۔

بتاؤ! یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے؟

اعتراض نمبر ۵۷:

زانی کے انکار سے دونوں پر حد واجب نہیں

اوھی فکذبھا فلا حد علیھما عند الامام کذا فی النھر الفائق.

(ص ۱۴۳ ج ۲ آخری سطور)

یعنی اگر مرد نے زنا کا اقرار کیا اور عورت نے جس کے ساتھ اس فعل کا اقرار کرتا ہے۔ انکار کیا یا عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار کیا تو امام رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں (شقوں) میں سے کسی پر حد واجب نہ ہو گی۔ یہ نہر الفائق میں ہے۔ (ص ۱۴۳ ج ۳)

عرض: تو بتائیے ایسی صورت حال سے کون ناجائز فائدہ نہ اٹھائے گا؟

نیز کیا حضرت عویمر عجلانی اور حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ حد کھانے کے لیے اپنے زنا کے ت میں اپنی اپنی مزنیہ کو بھی ساتھ لائے تھے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں پر زنا کی حد ذکر نے سے پہلے ان دونوں عورتوں سے اقرار زنا کروالیا تھا۔ اگر کوئی سند ہو تو ہمیں بھی وفرما دیں۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۰)

جواب:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ساتھی ارتکابِ زنا سے انکار کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہم دونوں نے جو جرم کیا ہے وہ اتنا سنگین نہیں کہ اس کے لیے ''زنا'' کا لفظ استعمال کیا جائے اور بصورت عدم احصان سو سو کوڑے کھائے جائیں بلکہ وہ جرم چھوٹا (تقبیل غمزہ لمس وغیرہ) ہے۔ اس کی سزا سو کوڑے مقرر نہیں۔ میرا ساتھی بنابر جہالت زنا اور غیر زنا میں فرق نہیں کر سکا۔ اس شبہ کی بنا پر ''فتاویٰ عالمگیری'' نے دونوں کو حدِ زنا کی سزا سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ کیوں کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ادرؤا الحدود بالشبہات. شبہ پڑنے پر حد ختم کر دو۔ (الجامع الصغیر ص ۱۴)

اعتراض نمبر ۵۸:

بے حسی کا شاہکار

وکذا اذا وطی الابن جاریۃ ابیہ علیٰ انہا تحل لہ لشبہہ الاشتبا ہکذا فی النہایۃ. (ص ۱۴۳ ج ۲)

اسی طرح اگر بیٹے نے اپنے باپ کی باندی سے اس شبہ پر وطی کی کہ میرے واسطے حلال ہے تو زنا نہیں ہے کیوں کہ یہ شبہ اشتباہ ہے۔ (ص ۳۴۰ ج ۳)

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ونعوذ باللہ من وسواس الشیطٰن الرجیم. (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۱)

جواب:

یہ مثال شبہ محل کی ہے۔ شبہ محل سے بھی حدود ساقط ہو جاتی ہیں شبہ محل وہ ہے جس میں محل کی حلت کا شبہ بحکم شرع ثابت ہو، شبہ محل میں اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ کہ زانی کے اعتقاد پر اس لیے کہ دلیل کے ثابت کے سبب نفس الامر میں شبہ قائم ہے۔ زانی اسے جانے یا نہ جانے۔

ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے۔ میرا باپ مال مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انت ومالك لابيك** ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کا مال، والد کا ہے۔ لہٰذا بیٹے کی لونڈی سے وطی پر حلت کا شبہ ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حد ساقط ہوگی۔

ہدایہ شریف میں ہے:

لان الشبهة حكمية لانها نشأت عن دليل وهو قوله عليه السلام انت ومالك لابيك.

''یہ شبہ حکمیہ ہے اس لیے کہ دلیل سے پیدا ہوا ہے۔ وہ دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اگر ایسی صورت میں زنا کی حد سو کوڑے یا رجم کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو دلیل پیش کریں۔

اعتراض نمبر ۵۹:

شہادت اور اقرار کے بعد انکار پر حد کی چھوٹ

اربعة شهدوا على رجل بالزنا فاقر الرجل بعد شهادتهم ثم انكر ولم يقر اربع مراتٍ لا حد عليه كذا في فتاوىٰ قاضي خان. (ص۱۴۴ ج۲)

چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی۔ پھر اس شخص نے بعد ان کی گواہی کے اقرار کیا پھر انکار کر گیا اور چار مرتبہ اس نے اقرار نہیں کیا ہے تو اس پر حد واجب نہ ہو گی۔ (ص۳۲۲ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۵۳)

جواب:

پہلے جو چار گواہوں نے گواہی دی اس پر ابھی قاضی نے فیصلہ نہیں سنایا تھا اور نہ ہی گواہی ابھی مکمل ہوئی نہ گواہوں کی شہادت کی پڑتال ہوئی۔ اس سے پہلے ہی اس نے خ اقرار کر لیا۔ اس کے اقرار کر لینے سے پہلی بات گواہوں والی ختم ہو گئی۔ اب اس کے خ اقرار کرنے والی بات کو ہی اصل سمجھا جائے گا۔ پھر اس مجرم نے خود ہی انکار کر دیا۔ جب انکار کر دیا تو حد کیسے واجب ہو گی۔ اس کی نظیر فتح القدیر شرح ہدایہ جلد ۴ ص ۱۲۴ اور الاقنا جلد ۴ ص ۲۵۶ طبع مصر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس مسئلہ کی دلیل حضور ﷺ کا (حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب کہ وہ ر کے دوران بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور حضرت عبداللہ بن انیس نے اونٹ کی ایک ہڈ سے ایسا مارا کہ وہ ہلاک ہو گئے) یہ فرمان ہے:

((هلا تركتموه لعله ان يتوب فيتوب الله عليه))

"تم لوگوں نے (جب کہ وہ بھاگ رہا تھا) اسے چھوڑ کیوں نہ دیا ہو سکتا تھا کہ وہ تو کر لیتا اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا۔ (ابوداؤد، کتاب الحدود)

اگر مفتی صاحب کے پاس بالکل ایسی صورت میں کوئی دلیل قرآن و حدیث میں موجود ہو تو ہمیں بتائیں ہم صریح مان لیں گے۔ فتاویٰ کی بات کو غلط کہہ دیں گے۔

اعتراض نمبر ۶۰:

پاگل جوان سے زنا کرنے والی کو حد کی چھوٹ

ولو اقرت انها زنت بمجنون. (ص ۱۴۴ ج ۲)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۳

اعتراض نمبر ۶۱:

بچے کے ساتھ زنا کرنے والی کو چھوٹ

او صبی فلا حد علیہا. (ص۱۴۴ ج ۲)

ان دونوں عبارتوں کا ترجمہ یہ ہے "اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے پاگل سے طفل سے زنا کیا ہے تو اس پر حد واجب نہ ہوگی۔" (ص۲۲۴ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۳)

جواب:

نابالغ اور دیوانے پر تو سقوط حد ظاہر ہے کہ دونوں مکلف نہیں۔ رہی بات عورت کی تو اس پر حد اس لیے نہ ہوگی کہ زنا فعل مرد کا ہے۔ عورت فعل کا محل ہے۔ اسی لیے مرد کو واطی زنی کہتے ہیں۔ اور عورت کو موطوہ مزنیہ، البتہ مجازاً عورت کو بھی زانیہ کہہ لیتے ہیں۔ زنا اس شخص کے فعل کو کہتے ہیں جو فعل سے بچنے کا مخاطب ہو اور کرنے سے عاصی۔ اور وہ عاقل بالغ ہوگا نہ کہ دیوانہ اور نابالغ۔ کیوں کہ یہ دونوں احکام شرعیہ کے مکلف نہیں۔ عورت اگرچہ فعل زنا کا محل ہے لیکن اس کو حد اس وقت ہوگی جب وہ زنا کرنے پر ایسے مرد کو موقعہ دے جو اس سے بچنے کا مخاطب ہو اور کرنے پر آثم۔ صورتِ مذکورہ میں عورت نے جس لڑکے یا دیوانہ کو زنا کا موقعہ دیا ہے وہ نہ عاقل ہے نہ بالغ۔ اس لیے عورت پر بھی حد نہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ولنا ان فعل الزنا يتحقق منه وانما هي محل الفعل ولهذا يسمى هو واطأ وزانيا مجازا والمرأة موطوة ومزنيا بها الا انها سميت زانية مجازًا تسمية المفعول باسم الفاعل كالراضية في معنى المرضية او لكونها مسببة بالتمكين فيتعلق الحد في حقها بالتمكين من قبيح الزنا وهو فعل من هو مخاطب بالكف عنه و مؤثم على مباشرته وفعل الصبي ليس بهذه

الصفة فلا يناط به الحد. انتهى

اعتراض نمبر۶۲:

حد کی چھوٹ کی ایک معصوم صورت

قال محمد رحمه الله تعالى في الجامع الصغير رجل اقرار اربع مرات انه زنا بفلانة وفلانة تقول تزوجني. (ص۱۴۵ ج۲)

''امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ ایک مرد نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا اور فلانہ کہتی ہے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے (تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی)'' (ص۳۲۴ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۵۴)

جواب:

مفتی صاحب اس عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا ہی نہیں اور اپنے اس رسالہ میں کئی جگہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم پہلے یہ غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا ہے یا نہیں۔

فقہ حنفی میں زنا کی سزا موجود ہے:

(۱) فقہ حنفی کی مشہور کتاب قدوری میں ہے:

جب وہ ان سب باتوں کو بیان کر دے گا تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔ پس اگر زانی محصن ہے تو اسے سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(اشراق نوری ترجمہ اردو قدوری کتاب الحدود ص۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

صاحب قدوری آگے لکھتے ہیں:

اور اگر محصن نہیں ہے اور آزاد ہے تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

(اشراق نوری ترجمہ اردو قدوری کتاب الحدود ص۲۹۹ مطبوعہ رحمانیہ لاہور)

(۲) کنز الدقائق میں ہے:

پس اگر زانی محصن ہے (یعنی اپنی نکاحتہ سے صحبت کر چکا ہے) تو اسے کھلے میدان میں سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔

(احسن المسائل اردو ترجمہ کنز الدقائق کتاب الحدود ص ۱۷۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

صاحب کنز آگے لکھتے ہیں:

اور اگر زانی محصن نہیں ہے تو اس کے سو کوڑے لگائے (یعنی اس کی حد سو کوڑے ہیں)۔

(۳) شرح وقایہ میں ہے:

ورنہ حد لگایا جاوے پھر اگر وہ زانی محصن ہو یعنی آزاد مکلف مسلمان اور وطی کر چکا ہو نکاح صحیح سے اور مرد و عورت دونوں صفتِ احصان پر ہوں وقت وطی کے تو اس کو ایک میدان میں سنگسار کرے یہاں تک کہ مرجاوے.........................

اور اگر زانی محصن نہ ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ آزاد ہو تو سو کوڑے اور مملوک ہو تو پچاس۔ (نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد ثانی کتاب الحدود در مطبع مجیدی کانپور)

(۴) ہدایہ میں ہے:

اور جب حد واجب ہو گئی اور زانی محصن (شادی شدہ) ہے تو حاکم (یا قاضی) اسے پتھروں سے رجم (سنگسار) کرے حتی کہ موت واقع ہو جائے۔

(ہدایہ کتاب الحدود، فصل فی کیفیۃ الحد و اقامتہ)

صاحب ہدایہ مزید آگے لکھتے ہیں:

اور اگر وہ (زانی) محصن نہ ہو اور آزاد ہو تو اس کی حد سو/۱۰۰ کوڑے ہے۔

(ہدایہ کتاب الحدود، فصل فی کیفیۃ الحد و اقامتہ)

(۵) درمختار میں ہے:

اور زانی محصن کو پتھر مارے جائیں میدان میں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(درمختار مترجم جلد دوم ص ۲۶۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

درمختار میں اس سے کچھ آگے لکھا ہے:

اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جائیں اگر وہ آزاد ہو۔

(درمختار مترجم جلد دوم کتاب الحدود ص ۲۶۵)

(۶) الفقہ الحنفی وادلتہ اردو میں ہے:

زانی اگر محصن ہو تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے پتھروں سے رجم کیا جائے حتی کہ وہ مر جائے۔ اس کی دلیل حدیث ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ ہے۔

(جلد دوم ص ۲۹۰، ۲۹۱ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

آگے مزید لکھا ہے:

اگر زانی غیر محصن ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں۔ (جلد دوم ص ۲۹۴)

(۷) فتاویٰ عالمگیری اردو جلد سوم ص ۲۵۸ کتاب الحدود فصل حدود ان کی اقامت کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

جب حد واجب ہو گئی اور مرد زانی محصن ہے تو اس کو پتھروں سے رجم کیا جاوے یہاں تک کہ وہ مر جاوے۔

اور غیر محصن کے متعلق لکھا ہے:

اور اگر غیر محصن ہو تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیریہ جلد سوم کتاب الحدود: باب دوم باب زنا ص ۲۶۰ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

(۸) ہمارے حنفی علماء نے تو مستقل حدود پر اور تعزیر پر خاص کر حد رجم کے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اور فقہ حنفی کی تقریباً سب ہی وہ کتابیں اور فتاویٰ جات جو تمام احکام پر

حاوی ہیں ان میں کتاب الحدود موجود ہے۔ مفتی صاحب صرف مولانا محمد متین ہاشمی کی اسلامی حدود، اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، اسلام کا قانون شہادت جلد اول حصہ فوجداری وغیرہ دیکھ لیں۔ خوب تسلی ہو جائے گی۔

ہم نے صرف یہاں پر سات کتابوں کے حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں زنا کی سزا موجود ہے اور وہی سزا ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ رہا فتاویٰ عالمگیری کا یہ مسئلہ جو مفتی صاحب نے بطور اعتراض نقل کیا ہے۔ اس میں حد اس لیے واجب نہیں کہ اس میں شبہ ہے اور شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

شبہات سے حد کا ساقط ہونا

حدیث نمبر ا:

روایت ہے حضرت عائشہ ؓ سے کہ کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دفع کرو اور ٹالو حدودوں کو مسلمانوں سے جہاں تک کہ تم سے ہو سکے پھر اگر ہو سکے مجرم کی کوئی شکل رہائی کی تو چھوڑ دو اس کی، اس لیے امام خطا کار کو اگر بخش دے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ خطا کار کو عذاب کرے۔ (ترمذی، ابواب الحدود، باب ما جاء فی درء الحدود رقم ۱۴۲۴)

امام ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد یہ بات بھی ذکر کی ہے اور مروی ہے اسی کی مانند کئی صحابیوں ؓ سے نبی ﷺ کے کہ انہوں نے بھی اسی کی مانند کہا۔

امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں:

اور اس باب میں ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو (بن العاص) ؓ سے بھی روایت ہے۔

(ترمذی مترجم جلد اول ص ۵۳۵ ترجمہ علامہ بدیع الزمان غیر مقلد)

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابوہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک تمہیں ہٹانے

کی کوئی صورت ملتی ہے حدود کو ہٹاؤ۔

(ابن ماجہ ابواب الحدود باب الستر علی المؤمن ودفع الحدود بالشبہات)

حدیث نمبر۳:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا جہاں تک ہو سکے حدود کو مسلمانوں سے دور کیا کرو اس لیے کہ امام کا معاف کرنے میں غلطی کرنا یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کرے اور تم جب مسلمانوں کے لیے کوئی راستہ اور خلاصی کی سبیل پاؤ تو اس سے حد کو دور کر دیا کرو۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ہمارا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد مترجم باب درء الحدود رقم ۶۲۱ ص ۳۶۱)

حدیث نمبر۴:

حضرت حرقوص سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کیا میرے شوہر نے میری باندی سے وطی کی ہے اس شوہر نے عرض کیا اس نے بالکل سچ کہا ہے یہ اور اس کا مال میرے لیے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے حد دور کر دی جائے گی اس لیے کہ یہ شبہ ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد باب من اتی فرجا بشبھۃ)

حدیث نمبر۵:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شبہات کی بنا پر حدود کو دفع کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں سے قتل کو دفع کرو۔ (سنن الکبریٰ بیہقی)

یہ روایت مصنف عبدالرزاق میں اس طرح مروی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہاں تک تم سے ہو سکے حدود کو دور کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی نیل الاوطار میں نقل فرمایا ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں باب قائم کیا ہے۔

کسی کے تہمت لگانے سے شرعی حد واجب نہیں ہوتی اور شک وشبہ کی وجہ سے حد کا نفاذ ساقط ہو جاتا ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

اس حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کے الفاظ یہ ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو شبہات کی بنا پر شرعی حدود کے نفاذ کو دور کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو قتل سے بچاؤ۔

(نیل الاوطار اردو جلد نمبر ۴ ص ۱۹۱ مطبوعہ دوست ایسوی ایٹس اردو بازار لاہور)

حدیث نمبر ۶:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ شبہات (پڑ جانے) پر حدود کو ٹال دو۔

(مسند امام اعظم مترجم باب درء الحدود ص ۲۸۲ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

حدیث نمبر ۷:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اِدْرَأُو الْحُدُوْدَ وَلاَ یَنْبَغِیْ لِلْاِمَامِ تَعْطِیْلُ الْحُدُوْدِ)) ''حدود کو جہاں تک ممکن ہو سکے دور کرو اور امام کے لیے یہ جائز نہیں کہ حدود کو بالکل معطل کر دے۔''

(سنن دار قطنی، سنن الکبریٰ بیہقی، جامع صغیر سیوطی، بحوالہ اعلاء السنن مترجم ج ۳ ص ۵۲۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بلوغ المرام کتاب الحدود میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ورواہ البیھقی عن علی رضی اللہ تعالی عنہ من قولہ بلفظ اِدْرَءُ

اَلْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ

''اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی شبہ ہو جائے تو حد نہ لگایا کرو۔''

حدیث نمبر ۸:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((ادرأ الحدود بالشبهة)) شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دو۔

(کنز العمال حصہ پنجم کتاب الحدود)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اس مرسل روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے دور حکومت میں یہی حکم اپنے عمال و قضاۃ کو لکھا تھا۔

آپ کے سوانح نگار عبد العزیز سید الاہل، خلیفۃ الزاہد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھتے ہیں:

جہاں تک ہو سکے حدوں کو شبہات سے ہٹا دو ہر شبہ میں یہی کیا کرو کیوں کہ حاکم کا معافی میں خطا کرنا سزا میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ آپ نے اس مسئلے میں اپنے نانا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

(خلیفۃ الزاہد ترجمہ مولانا راغب رحمانی غیر مقلد مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ:

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

زنا کی سزا شبہات پیدا ہونے یا افراد سے رجوع کر لینے اور عورت اور مرد کے جماع کے قائل نہ ہونے کی بنا پر ساقط ہو جائے گی۔

(اردو ترجمہ الدرر البهیہ ص ۱۴۱ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کا حوالہ:

نواب صدیق حسن صاحب پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں:

وروی نحوہ عن عمر و ابن مسعود باسناد صحیح کہ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے اور اس باب کی احادیث ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں اور خود بخاری و مسلم کی حدیث ((**لو کنت راجمًا احدًا بغیر بینة لرجمتها**)) بھی اسی مسئلہ کی مؤید ہے۔

(الروضۃ الندیہ ج ۲ ص ۲۷۰ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

پہلے قول کی وجہ اس حدیث پر عمل کرنا ہے کہ **ادرؤ الحدود بالشبہات** "شبہات کی وجہ سے حدود کو ساقط کردو"

(مواہب رحمانی ترجمہ میزان شعرانی جلد دوم ص ۹۲۰ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

ناظرین ہم نے کئی احادیث سے ثابت کیا ہے کہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۶۳:

عورت کہتی ہے زنا کیا، مرد کہتا ہے نکاح کیا تو دونوں پر حد نہیں:

او اقرت المرأة بالزنا بفلانٍ اربع مراتٍ وفلانٌ یقول تزوجتها فلا حد علی واحد منهما وعلیه المهر کذا فی المحیط. (ص ۱۴۴ ج ۲)

"یا عورت نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں مرد سے زنا کیا ہے اور فلاں کہتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا تو دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی اور مرد پر اس کا مہر لازم آوے گا۔ یہ محیط میں ہے۔" (ص ۳۴۴ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷)

جواب:

دو گواہوں کی موجودگی میں باہمی ''ایجاب وقبول'' کا نام نکاح ہے تو اگر (مثلاً) عورت و مرد نے اپنے باپوں یا بالغ بیٹوں کی موجودگی میں باہم ایجاب وقبول کر لیا تو شرعاً نکاح منعقد ہو گیا۔ لیکن یہ مسئلہ ایک کو معلوم ہے دوسرے کو نہیں پھر دونوں ہم بستر ہوئے تو جسے علم نہیں اس نے اس ہم بستری کو ''زنا'' کہا اور دوسرے نے نکاح۔ جب یہ کیس قاضی الاسلام کے سامنے پیش ہوگا کہ دونوں میں سے ایک زنا کا اعتراف کرتا ہے اور دوسرا نکاح کا مدعی ہے تو قاضی اسلام پر لازم ہوگا کہ وہ اس صورت ممکنہ کی بنا پر کسی پر حد زنا قائم نہ کرے دونوں کو معاف کر دے۔ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے (فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ یُخْطِیْٔ فِی الْعَفْوِ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یُخْطِیْٔ فِی الْعُقُوْبَۃِ) ''یعنی معافی دینے میں خطا کرنا بہتر ہے اس سے کہ سزا دینے میں خطا کی جائے'' (مشکوٰۃ ص ۳۱۱)

اعتراض نمبر ۶۴:

آزاد عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ

واذا عتق امتہ وھو یطؤھا ثم نزع وعاد فی ذالک المجلس لا یحد کذا فی خزانۃ المفتین. (ص ۱۴۸ ج ۲)

''اگر اپنی باندی کو جس سے وطی کر رہا تھا اسی حالت میں آزاد کر دیا پھر اس سے جدا ہو گیا پھر اسی مجلس میں اس سے وطی کر لی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔'' (ص ۳۳۲ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ۵۴)

جواب:

چوں کہ اب وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ عمل مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: اشتبہ علیہ الأمر بظنہ الحل

"اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔"

یہ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۶۵:

محرمات ابدیہ سے نکاح کے بعد حد کی چھوٹ

فان العقد اذا وجد حلالا کان او حراما متفقا علی تحریمہ او مختلفا فیہ علم الواطی انہ محرم اولم یعلم لایحد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی (ص ۱۴۷ ج ۲)

"کہ جب عقد پایا گیا خواہ حلال ہو یا حرام ہو خواہ ایسا حرام کہ اس کی تحریم پر اتفاق ہے یا اس میں اختلاف ہے خواہ وطی کنندہ حرام ہونے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بہر حال امام اعظم کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔" (ص ۳۳۶ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۵)

جواب:

زانی کے لیے جو شرعا حد مقرر ہے وہ رجم یا جلد ہے۔ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ جو شخص محرمات ابدیہ سے نکاح کر کے وطی کرے اس کو رجم کیا جائے یا کوڑے مارے جائیں اسی لیے امام اعظم نے ایسے شخص کے لیے یہ حد (رجم یا جلد) نہیں فرمائی۔

امام اعظم کے اس مسئلہ کو معترض اگر حدیث کے خلاف سمجھتا ہے تو وہ حدیث نقل کرے جس میں صراحت کے ساتھ ایسے شخص کے لیے حد آئی ہو۔ البتہ قتل کا حکم آیا ہے جس سے امام اعظم کا ہی مذہب ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ قتل کرنا یا مال ضبط کرنا حد زنا نہیں ہے۔ امام اعظم ہی فرماتے ہیں ایسے شخص کو جو بھی سزا دی جائے کم ہے لہٰذا حاکم اس کو سخت سے سخت سزا دے۔

فتح القدیر میں ہے:

الا ترى ان اباحنيفة الزم عقوبة باشد ما يكون وانما لم يثبت عقوبة هي الحد فعرف انه زنا محض عنده الا ان فيه شبهة

"کیا آپ نہیں دیکھتے کہ امام ابوحنیفہ اس کے لیے سخت سے سخت سزا تجویز کرتے ہیں (البتہ نکاح کے سبب) حد ثابت نہیں۔ پس وہ اس کو زنا ہی سمجھتے ہیں مگر نکاح کے سبب اس میں شبہ پیدا ہو گیا۔"

اس لیے حد مقرر رجم یا جلد اس سے ساقط ہو گئی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر کوئی سزا ہی نہیں جیسے عوام کو مغالطہ میں ڈالا جاتا ہے۔ فقہ حنفی میں ایسا کرنے والے پر سزا ضروری ہے۔ قاضی ایسے مجرم کو سخت سے سخت سزا دے یہاں تک کہ اس کو قتل بھی کروا سکتا ہے۔ اور بعض حنفی فقہاء نے اس کی سزا قتل ہی تجویز کی ہے۔

اعتراض نمبر ٦٦:

شبہ در محل میں حد نہیں

والشبهة في المحل في وطئ امة ولده وولد ولده كذا في الكافي سواء كان ولده حيا او ميتا هكذا في العتابية. (ص١٤٨ ج٢)

"شبہ در محل کی یہ صورتیں ہیں کہ اپنے بیٹے کی باندی یا پوتے کی باندی سے وطی کی خواہ اس کا بیٹا زندہ ہو یا مر گیا ہو۔" (ص ٣٣٣ ج ٣)

(تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ) یعنی ان صورتوں میں حد نہیں۔

(فتاوی عالمگیری پر ایک نظر ص ٥٧)

جواب۔

ہدایہ شریف میں اس کی وجہ لکھی ہے کہ یہ شبہ اشتباہ ہے اس لیے کہ بیٹا ماں باپ کے مال سے نفع اٹھا سکتا ہے اسی طرح خاوند اپنی بیوی کے مال سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا ماں باپ یا بیوی کی لونڈی کو حلال ظن کر لینا محتمل ہے جب اس نے حلت کا ظن کیا تو

یہ شبہ اشتباہ ہے اور شبہات کے سبب حدود کا ٹال دینا احادیث میں آیا ہے۔ چنانچہ ادرؤا الحدود ما استطعتم جو کہ ابو یعلی کی مسند میں مرفوعاً مروی ہے۔

مسند امام اعظم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

(ادرؤا الحدود بالشبهات) ''کہ شبہات کی بنا پر سزاؤں کو ٹالو''

ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں حدود کو شبہات کے سبب معطل رکھوں تو میرے نزدیک اس سے محبوب تر ہے کہ شبہات پر اقامت حد کروں۔

معاذ، عبداللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب تمہیں حد میں شبہ پڑ جائے تو حد کو ٹال دو۔

(غایۃ الاوطار ج ۲ ص ۴۱۰)

القسال املاك بين الفروع والاصول سے یہ گمان ہوتا ہے کہ بیٹے کو ماں باپ کی لونڈی سے جماع میں ولایت ہے اسی طرح زوجہ کی لونڈی میں۔

کیا یہ اشتباہ نہیں؟ اور کیا شبہات سے سزا کا ٹال دینا احادیث میں نہیں؟ اگر ہے تو فقہ حنفیہ پر اعتراض کیوں؟

اعتراض نمبر ۶۷:

کرائے کی عورت سے زنا پر حد نہیں

استاجر امراۃ ليزنی بها او ليطأها او قال خذی هذه الدراهم الاطاك او قال مكنينی بكذا ففعلت لم يحد. (ص ۱۴۹ ج ۲)

''اگر ایک عورت کو اجارہ (کرایہ) پر لیا تاکہ اس سے زنا کرے یا یہ کہا کہ تو یہ دراہم لے تاکہ میں تجھ سے وطی کروں یا کہا کہ مجھے اپنے اوپر اس قدر درہموں کے عوض قابو دے

پس عورت نے منظور کیا اور ایسا واقعہ ہوا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔" (ص ۳۳۵ ج ۳)
(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۵۷)

جواب:

میں کہتا ہوں کہ تعصب ایسی بری بلا ہے جو اچھے خاصے آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔
درمختار میں لکھا ہے:
والحق وجوب الحد "حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔"
افسوس کہ معترض کو فقہ حنفی کی حق بات نظر نہ آئی۔

اعتراض نمبر ۶۸:

متعہ کی حرمت مشتبہ ہے

بخلاف ما إذا قال خذی هذه الدراهم لاتمتع بك لان المتعة كانت سبب الاباحة في الابتداء فبقيت الشبهة كذا في التمرتاشي. (ص ۱۴۹ ج ۱)

"بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ تو یہ دراہم لے تا کہ میں تجھ سے تمتع حاصل کروں تو حکم (یعنی حد) نہیں اس واسطے کہ متعہ ابتدائے اسلام میں سبب اباحت تھا پس شبہ باقی رہا۔ یہ تمرتاشی میں ہے۔" (ص ۳۳۵ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰ مسئلہ نمبر ۱۳۰)

جواب:

فقہ حنفی میں نکاح متعہ حرام ہے اس کے مرتکبین کی بابت "فتاویٰ عالمگیری" میں لکھا ہے کہ يُوْجَعَانِ عُقُوْبَةً وَيُحْبَسَانِ حَتّٰى يَتُوْبَا دونوں کو سخت سزا دی جائے گی اور جب تک سچی توبہ نہیں کرتے جیل میں قید کیے جائیں گے۔ (ج ۲ ص ۱۴۹)

لیکن اس کی حرمت زنا کی طرح ہمیشہ سے نہیں۔ پہلے مباح تھا خیبر کے دن حرام قرار

دیا گیا۔(بخاری ج ۲ ص ۶۰۳)

پھر فتح مکہ کے دن مباح فرمایا گیا۔(مسلم ج ۱ ص ۴۵۱)

پھر قیامت تک کے لیے حرام فرمادیا گیا۔ بنابریں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابتداءً اس کی اباحت کے قائل تھے۔ انہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سمجھایا تو انہوں نے اس کی اباحت سے رجوع فرمالیا اور قیامت تک کی حرمت کے قائل ہو گئے۔(بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۹)

معلوم ہوا کہ متعہ کی حرمت ابدی ہونے کے باوجود ازلی نہیں اور قطعی ہونے کے باوجود زنا کی طرح شدید نہیں۔ لہٰذا جو سزا قرآن وحدیث نے زنا کی بیان فرمائی ہے وہ متعہ کے مرتکبین پر نافذ نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ حد کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ اللہ کے مسلمان بندوں پر اللہ سے اجازت لیے بغیر حد نافذ نہیں کی جاسکتی۔ حدیث شریف میں ہے ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم ”مسلمانوں سے حتی الوسع حدیں گراؤ۔“

(مشکوٰۃ ص ۳۱۱)

اعتراض نمبر ۶۹:

زنا کی خرچی دینے سے حد کی چھوٹ

لو قال امھرتك كذا لازنی بك لم یجب الحد. کذا فی الکافی.

(ص ۱۴۹ ج ۲)

”اگر کہا کہ میں نے تجھے اس قدر مہر دیا تا کہ تجھ سے زنا کروں تو حد واجب نہ ہو گی۔“(ص ۳۲۵ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰)

جواب:

فقہ حنفی میں حد موجود ہے۔

درمختار میں لکھا ہے۔ والحق وجوب الحد ”حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔“

اعتراض نمبر ۷۰:

دارالحرب میں زنا پر حد کی چھوٹ

من زنٰی فی دار الحرب او فی دار البغی ثم خرج الینا لا یقام علیه الحد. کذا فی الهدایة (ص۱۴۹ ج۲)

"جس نے دارالحرب میں یا دار البغی میں زنا کیا پھر وہ ہمارے یہاں آ گیا تو اس پر حد جاری نہ ہوگی۔ یہ ہدایہ میں ہے۔(ص۳۳۶ ج۳)

جواب:

معترض اگر فتح القدیر شرح ہدایہ کا یہ مقام دیکھتا تو اسے حدیث مل جاتی اور شاید وہ اعتراض نہ کرتا وہ حدیث یہ ہے:

روی محمد فی السیر الکبیر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال من زنٰی او سرق فی دار الحرب واصاب بها حدا ثم هرب فخرج الینا فانه لا یقام علیه الحد.

"السیر الکبیر میں امام محمد نے نبی ﷺ سے روایت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص دارالحرب میں زنا یا چوری کرے اور حد کو پہنچ جائے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر اسلامی حکومت میں پہنچ جائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

معترض چونکہ اعتراض کر چکا ہے۔ اس لیے امید نہیں کہ وہ اپنے قول کے خلاف حضور کے اس ارشاد کو دیکھ کر مان جائے۔ بلکہ اس پر کوئی نہ کوئی اعتراض ہی کرے گا۔

اعتراض نمبر ۷۱، ۷۲:

بچے اور پاگل کی وجہ سے حد نہیں

اذ زنٰی صبی او مجنون بامراۃ عاقلة وهی مطاوعة فلا حد علی الصبی. والمجنون بلا خلاف وهل تحد المراۃ فعلٰی قول علمائنا رحمهم اللّٰه

تعالیٰ لا تحد. (ص ۱۴۹،۱۵۰ ج ۲)

"اگر نابالغ یا مجنون نے عورت بالغہ عاقلہ سے زنا کیا اور عورت مذکورہ نے بخوشی قابو دیا تو بلا خلاف طفل و مجنون پر حد واجب نہ ہوگی اور رہی عورت سو ہمارے علماء کے قول پر اس کو حد کی سزا نہ دی جائے گی۔" (ص ۳۳۷ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۰، ۶۱)

جواب:

غیر مکلف بالاتفاق مرفوع القلم ہے اس پر حد کیوں کر جاری ہو عرف الجادی کے صفحہ ۸۴ میں آپ کے مجتہد العصر نواب صدیق حسن کے خلف الرشید نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

وزوال عقل رافع قلم تکلیف است جب عاقل کی عقل زائل ہونے نے قلم تکلیف کو اٹھا دیا تو جس کو اب تک عقل آئی ہی نہیں تو وہ کیونکر قلم تکلیف کے نیچے آ کر حد مارا جاوے اور عورت اس لیے حد سے محفوظ ہے کہ زنا نام مرد کی وطی کا ہے غیر ملک میں۔ اور نابالغ مرد نہیں کہ اس کا زنا متصور ہو۔ پس عورت سے بھی وہ زنا نہیں ہوا جسے وہ حد ماری جاتی جب اصل پر حد نہ ہوئی تو تابع پر کیونکر ہو کذا فی رد المحتار والنہر وغیرھما۔

اور شبہوں سے حد کا دفع کرنا عمل بالحدیث ہے۔ اگر ہماری بات کا اعتبار نہیں تو دیکھو تمہارے مجتہد العصر کے فرزند نجح مقبول کے صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں:

و ساقط میشود حد بشبہات محتملہ اور عرف الجادی کے صفحہ ۲۱۵ میں بھی اس امر کو کئی حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کتابیں آپ کی ہیں۔

اعتراض نمبر ۳۷:

بچی کے ساتھ منہ کالا کرنے پر حد کی چھوٹ

واذ زنی بصبیۃ فلا حد علیہما وعلیہ الـ ... (ص ۱۵۰ ج ۲)

"اور اگر صغیرہ نابالغہ سے زنا کیا تو دونوں پر حد نہ ہوگی اور زانی پر اس کا مہر واجب ہو گا۔" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

اس عبارت سے پہلے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ان زنى صحيح بمجنونة او صغيرة يجامع مثلها حد الرجل خاصة

"اگر کسی شخص نے مجنون عورت سے یا ایسی نابالغ لڑکی سے زنا کیا جس سے مجامعت ہو سکتی ہے تو مرد کو حد کی سزا دی جائے گی۔" (ج ۲ ص ۱۴۹)

ہاں اگر کسی بدکار نے ایسی نوعمر لڑکی سے زنا کرنے کی کوشش کی جس سے مجامعت نہیں ہو سکتی تو چونکہ اس نے حقیقتاً زنا نہیں کیا لہٰذا اسے زنا کی سزا نہ دی جائے گی۔ بلکہ اگر لڑکی اس کے فعل بد سے مر گئی تو قتل کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ ورنہ دوسری سزاؤں کا۔ جب صغر سنی کی وجہ سے زنا ہو ہی نہیں سکتا تو زنا کی سزا کیسی؟ اس عبارت واذ زنى بصبية فلا حد عليهما کا یہی مطلب ہے جو عرض کیا گیا۔

اعتراض نمبر ۴۷:

سوئے ہوئے مرد سے عورت زنا کرے تو حد کی چھوٹ

لو مكنت نفسها من النائم لايجب عليهما الحد. (ص ۱۵۰ ج ۲)

"اگر سوئے ہوئے مرد سے عورت نے خود وطی کی اور اپنے نفس پر قابو دے دیا تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی۔ یہ محیط میں ہے۔" (ص ۳۳۷ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

اس عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مرد سویا ہوا ہے عورت نے اپنے آپ کو اس کے قابو میں دے دیا ہے کہ وہ جو چاہے اس سے کر لے۔ عبارت میں مرد کے جاگنے کا ذکر

نہیں شہوت میں آنے کا ذکر نہیں دخول کرنے کا ذکر نہیں اور ان سب چیزوں کے پائے جانے کے بغیر زنا متحقق نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ زنا مرد کا فعل ہے عورت کا نہیں۔ عورت فاعل نہیں ہوا کرتی مفعول بہا ہوا کرتی ہے۔ جب فاعل سویا ہوا ہے اور فعل ثابت ہی نہیں تو حد زنا کا مستوجب کون ہوگا؟ ہاں وہ عورت اپنی اس ناپاک حرکت اور غلیظ جسارت کی بنا پر "حد زنا" کے علاوہ تعزیر کی ضرور مستحق ہوگی۔

اعتراض نمبر ۷۵

مردہ عورت سے زنا پر حد کی چھوٹ

رجل زنا بامرأة ميتة اختلفوا فيه قال اهل المدينة يحد وقال اهل البصرة يعزر ولا يحد وقال الفقيه ابو الليث رحمه الله وبه ناخذ. (ص ۱۵۰ ج ۲)

"ایک مرد نے مردہ عورت سے زنا کیا تو اس میں اختلاف ہے۔ اہل مدینہ نے فرمایا کہ اس پر حد جاری کی جائے گی اور اہل بصرہ نے فرمایا کہ حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر دی جائے گی اور فقیہ ابولیث نے فرمایا کہ ہم اسی (حد نہ ہونے) کو لیتے ہیں۔" (ص ۳۳۰ ج ۳)
(فتاوی عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۱)

جواب:

فرمایئے یہ مسئلہ کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ اگر کسی حدیث میں مردہ عورت سے صحبت کرنے پر حد زنا، رجم یا سو کوڑے آتے ہیں تو بیان کریں۔ ورنہ تعزیر کی سزا تو خود اس عبارت میں موجود ہے۔

اعتراض نمبر ۷۶ (الف):

عورت اور بچے سے غیر وضع فطری فعل

لو وطئ امرأةً في دبرها او لاط بغلام لم يحد عند ابي حنيفة رحمه الله ويعزر. (ص ۱۵۰ ج ۲)

''اگر کسی عورت سے اس کے دبر میں وطی کی یا طفل سے لواطت کی تو امام اعظم کے نزدیک حد نہ ہوگی مگر اس کو تعزیر دی جائے گی۔'' (ص ۳۳۹ ج ۲)

اعتراض نمبر ۷۶ (ب):

لو فعل هذا بعبده او امته او بزوجته بنكاح صحيح او فاسد لا يحد اجماعا. (ص ۱۵۰ ج ۲)

''اگر ایسا امر (لواطت) اپنے غلام یا باندی یا جورو کے ساتھ کیا خواہ جورو سے نکاح صحیح ہو یا فاسد ہو تو بالاجماع (اجماع حنفیہ) اس پر حد واجب نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۲)

جواب:

زنا کے لیے **ایلاج فی القبل** ضروری ہے ایلاج فی الدبر کا نام زنا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا وہ مجرم جس نے زنا نہیں کیا اس پر حد زنا کی سزا کس طرح نافذ ہوسکتی ہے۔ غیر فطری حملہ کرنے والے کی جو سزا قرآن وحدیث نے مقرر نہیں فرمائی وہ سزا فتاویٰ عالمگیری مقرر نہیں کرسکتا۔ ہاں اس گھناؤنے جرم کی سزا کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: **لو اعتاد اللواطة قتله الامام** ''اگر کوئی شخص غیر فطری حملہ کرنے کا عادی ہو تو اس کو امام قتل کر دے۔'' (ج ۲ ص ۱۵۰)

اعتراض نمبر ۷۷:

آزاد عورت کو خریدے تو؟

اذا زنى بامراة ثم قال اشتريتها لاحد عليه سواء كان حرة او امة.

''اگر ایک عورت سے زنا کیا پھر کہا کہ میں اس کو خرید کر چکا تھا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی خواہ یہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو'' (ص ۳۴۰ ج ۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۲)

جواب:

میں کہتا ہوں جب اس نے کہا کہ میں نے اسے خریدا ہے تو اس کے حلال ظن کرنے سے اشتباہ ہو گیا۔ کیوں کہ وہ ملک کا مدعی ہوا۔ اگر ملک ثابت ہو جاتی تو وطی حرام نہ ہوئی۔ چوں کہ وہ عورت آزاد ہے اس لیے ملک ثابت نہ ہوئی اور وطی حرام ہوئی مگر اس پر یہ عمل مشتبہ رہا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

اشتبه عليه الأمر بظنه الحل

''اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر یہ امر مشتبہ ہوا۔''

یہ شبہ فعل ہے اور شبہات کے وقت حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر ۷۸:

چھینی ہوئی لونڈی سے زنا پر حد نہیں

قال محمد في الاصل اذا غصب جاريةً و زنٰى بها ثم ضمن قيمتها فلاحد عليه عندهم جميعًا. (ص۱۵۱ ج۲)

''امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ اگر کسی نے باندی غصب کر کے اس سے زنا کیا پھر اس کی قیمت تاوان دے دی تو بالاتفاق اس پر حد نہ ہو گی۔'' (ص۳۴۰ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۶۳)

جواب:

میں کہتا ہوں قیمت کا ضامن ہونا اس لونڈی کی ملک کا سبب ہے جب وہ قیمت کا ضامن ہو گیا تو لونڈی اس کی ملک ہو گئی۔ اقامت حد سے پہلے لونڈی کا مالک ہو جانا ملک منافع میں شبہ پیدا کرتا ہے۔ شبہ سے چونکہ حدود ساقط ہو جاتی ہے اس لیے اس پر حد ساقط ہو گئی۔ **من ادعٰى خلاف ذالك فعليه البيان**

اعتراض نمبر ۷۹:

مالک کہے میں نے لونڈی نہیں بیچی تب بھی حد نہیں

واذا زنٰی بامة لم قال اشتریتها وصاحبها فیها بالخیار وقال مولاها کذب لم ابعها قال لا حد علیه. (ص۱۵۱ ج۲)

"اگر باندی سے زنا کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خریدا بدیں شرط کہ اس کے مولیٰ کو خیار حاصل ہے اور اس کے مولیٰ نے کہا یہ جھوٹا ہے میں نے اس باندی کو فروخت نہیں کیا تو فرمایا کہ واطی پر حد واجب نہ ہوگی۔" (ص۳۴۰ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۶۳)

جواب:

اس اعتراض کا وہی جواب ہے جو اعتراض نمبر ۷۷ کے تحت گزرا ہے۔

اعتراض نمبر ۸۰:

بادشاہ زنا کرلے تو اس پر حد نہیں

کل شیء صنعه الامام لیس فوقه امام مما یجب به الحد کالزنا والسرقة والشراب والقذف لا یواخذ به الا القصاص والمال کذا فی الکافی. (ص۱۵۱ ج۲)

"ایسے امام المسلمین نے جس کے اوپر امام نہیں (یعنی خلیفہ، بادشاہ، وزیراعظم، صدر، ڈکٹیٹر) ہے اگر ایسی بات کی جس سے حد واجب ہوتی ہے جیسے زنا، سرقہ (چوری) شراب خوری وقذف (بے گناہ پر زنا کا الزام) تو اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا سوائے قصاص وجرم مال کے یہ کافی میں ہے۔" (ص۳۴۱، ۳۴۲ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۶۵)

جواب:

چونکہ قصاص حقوق العباد میں سے ہے اور اس کا مدعی صاحب حق ہے۔ اس لیے صاحب حق کے طلب کرنے پر قصاص لیا جائے گا۔ لیکن حدود حقوق اللہ میں سے ہے اور حدود کا اجراء واقامت بادشاہ سے متعلق ہے۔ جب بادشاہ ایسا ہو کہ اس کے اوپر کوئی بادشاہ نہ ہو تو وہ اپنے آپ پر اقامت حدود نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اس پر بھی بادشاہ ہو تو وہ اپنے ماتحت بادشاہ پر حدود قائم کر سکتا ہے۔ اور یہ دلیل صاحب ہدایہ نے لکھی ہے۔

حنفی فقہائے کرام ایسے بدکردار بادشاہ کو اولاً تو سربراہ مملکت بننے نہیں دیتے۔ اگر بدقسمتی سے سربراہ مملکت بن ہی جائے تو اس کے معزول کرنے کے مناسب اقدامات فرماتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک وہ ریاست کا سربراہ اعلیٰ ہے تب تک اس کے اوپر قوت نافذہ قائم نہیں ہو سکتی اور حدود خداوندی کا نفاذ قوۃ نافذہ کے بغیر ممکن نہیں پہلے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ فتنہ نہ پھیلے۔ فتنہ کے بغیر اس بدکردار سربراہ کو معزول کیا جائے گا پھر اس پر مقدمہ چلایا جائے گا پھر حدود نافذ کی جائیں گی۔

(ملاحظہ فرمائیں فقہ حنفی کی مشہور کتاب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۱۸۷ ج ۳)

اعتراض نمبر ۸۱:

فقہ حنفی میں زنا کی چھوٹ

ولو شهد ثلاثة منهم على الزنا والرابع قال رأيتهما في لحاف واحد فانه لايحد المشهود عليه ويحد الشهود الثلاثة حد القذف والشاهد الرابع لاحد عليه. (ص ۱۵۲ ج ۳)

"پھر اگر زنا کے کیس میں تین گواہ یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مجرم کو جرم کرتے دیکھا اور چوتھا یہ گواہی دے کہ اس نے ملزمین کو بستر میں ملفوف دیکھا ہے تو حد کی سزا نافذ نہ ہو گی بلکہ اس کی بجائے پہلے تین گواہوں پر قذف کی سزا جو اسی کوڑے

ہے جاری کی جائے گی۔" گویا الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۵، ۶۶)

جواب:

اگر ملزم اعتراف نہ کرے تو ثبوت زنا کے لیے چار گواہوں کی شرط اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور آیت نمبر ۱۳ میں صراحۃً ذکر فرمائی ہے۔ اور کسی پر زنا کی تہمت لگائی جائے اور چار گواہ نہ پیش کیے جائیں تو اسی آیت میں تہمت لگانے والے کو عند اللہ کاذب کہا گیا ہے۔ پھر اس سورت کی آیت نمبر ۴ میں ان تہمت لگانے والوں کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کا مسئلہ مذکورہ ان دو آیتوں کی روشنی میں مرتب فرمایا گیا ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں گواہ صرف تین ہیں۔ چوتھا ملفوف ہونے کا گواہ ہے، زنا کا گواہ نہیں اور ملفوف ہونا دخول کو مستلزم نہیں اور دخول کے بغیر زنا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ممکن ہے عورت رتقاء ہو ممکن ہے مرد مجبوب ہو ممکن ہے دونوں پر یا کسی ایک پر یکدم خوف خدا طاری ہو گیا اور وہ سنگین جرم کے ارتکاب سے بچ گئے ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ عین برہنگی و تنہائی کی حالت میں عورت نے مرد کو "اتق اللہ" کہہ کر فعل بد سے بچا لیا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۱)

جب ملفوف ہونے کا گواہ زنا کا گواہ نہیں تو حد زنا کس طرح لگائی جا سکتی ہے۔ مفتی صاحب کا اس مسئلہ پر اعتراض کرنا جو قرآن مجید سے صراحۃً ثابت ہو رہا ہے یقیناً علامات قیامت سے ہے۔

مفتی صاحب بے چارے علم حدیث میں کافی کمزور ہیں ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ یہ کیس تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عدالت میں پیش ہونے والے کیس کے بالکل موافق ہے اور آپ نے وہی فیصلہ فرمایا تھا جو فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے۔

(سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۷)

اعتراض نمبر۸۲:

فقہ حنفی میں زنا کی حد معاف

وان شهد وانه زنیٰ بامرأة لا يعرفونها لم يحد كذا في الهداية

(ص۱۵۲ج۲)

''اگر شاہد اس عورت کو نہیں پہچانتے جس کے ساتھ جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔'' (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص٦٦)

جواب:

ہدایہ میں اس کی نہایت معقول وجہ لکھی ہے۔ لکھا ہے:

لاحتمال انها امرأته أو أمته بل هو الظاهر

ممکن ہے کہ وہ عورت اس کی بیوی یا لونڈی ہو۔ بلکہ ظاہر یہی ہے۔ کیوں کہ مسلمان کا ظاہر حال یہی ہے کہ وہ زنا کار نہیں۔ گواہوں کے لیے لازم تھا کہ وہ عورت کی پہچان رکھنے کے بعد میں گواہی دیتے۔ جب وہ عورت کو پہچانتے ہی نہیں تو ان کی گواہی غیر معتبر اور مجہول قرار دی جائے گی۔

اعتراض نمبر۸۳:

عورت کی رضامندی سے زنا کی حد معاف

قال محمد رحمه الله تعالىٰ في الاصل اربعة شهدوا على رجل بالزنا فشهدا اثنان انه استكرهها وشهدا اثنان انها طاوعته قال ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ ادرأعنهم الحدود جميعًا يعني الرجل والمرأة والشهود.

(ص۱۵۳ج۲)

''اگر دو شاہد کسی ملزم کے بارے میں یہ شہادت دیں کہ اس نے فلاں عورت پر

مجرمانہ حملہ کیا مگر دوسرے یہ کہیں کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب عورت کی رضا مرضی سے کیا ہے تو کسی پر حد کی سزا جاری نہ ہوگی۔" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ٦٦)

جواب:

مفتی صاحب نے عبارت کا ترجمہ درست نہیں کیا۔ سید امیر علی غیر مقلد نے جو فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ کیا ہے اس میں وہ اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چار مردوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی جن میں سے دو گواہوں نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کر کے زنا کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے کہا کہ اس عورت نے خود اس کی مطاوعت کی ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کر دی جائے گی یعنی مرد و عورت و گواہوں سب سے رفع کی جائے گی۔" (ج۴ ص ۳۳۴)

ناظرین اس ترجمہ میں اور مفتی صاحب کے ترجمہ میں کتنا فرق ہے؟

مفتی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عورت کی رضا مندی کی صورت میں اگر زنا واقع ہو تو فتاویٰ عالمگیری کے مطابق حد زنا کی سزا قائم نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ یہ مطلب غلط ہے اور تاثر گمراہ کن ہے۔ بلکہ صحیح مطلب عبارت مذکور کا یہ ہے کہ چونکہ ثبوت زنا کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج۲ ص ۱۴۳)

اس جگہ سب گواہ عادل نہیں ہیں ان میں سے دو یقیناً جھوٹے ہیں کیوں کہ اگر عورت رضا مند نہ تھی اور مرد نے اس پر زبردستی کی تو رضامندی و مطاوعت کے گواہ جھوٹے ہیں اور اگر رضامندی تھی تو اکراہ و زبردستی کے گواہ جھوٹے ہیں۔ جب اس کیس میں چار عادل گواہ پیش نہیں کیے گئے تو زنا ثابت نہ ہوا۔ لہٰذا حد زنا کسی پر قائم نہیں کی جا سکتی۔

اعتراض نمبر ۸۴:

شراب کی بدبو چلی جانے سے حد کی چھوٹ

ان اقر بعد ذهاب ريحها لم يحد عند ابي حنيفة وابي يوسف

رحمهما الله. (ص۱۵۹ ج۲)

''اگر اس نے بدبو جاتی رہنے کے بعد اقرار کیا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔'' (ص۳۶۰ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۷)

جواب:

ہدایہ میں امام محمد کا قول لکھا ہے وقال محمد یحد. شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اس کو صحیح لکھا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں فقول محمد لمحو الصحیح ج۲ ص۶۱۸ اور عنایۃ البیان میں بھی امام محمد کے قول کو ہی ترجیح دی گئی ہے۔ بحرالرائق میں بھی امام محمد کے قول کو ارجح من جہت المعنی کہا گیا ہے۔ جب فقہائے احناف نے امام محمد کے قول کو ہی صحیح فرمایا ہے تو پھر فقہ حنفی پر اعتراض کیسا؟

اعتراض نمبر ۸۵:

شرعی گواہی کے باوجود حد کی چھوٹ

وکذا اذا شهدوا علیه بعد ما ذهب ریحها والسکر لم یحد عندهما ایضًا. (ص۱۵۹)

''اور اسی طرح بدبو جاتی جاتی رہنے کے بعد اور نشہ زائل ہونے کے بعد اس پر گواہوں نے گواہی دی تو بھی شیخین (امام اعظم اور امام ابو یوسف) کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی۔'' (ص۳۶۰ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۶۷)

جواب:

اس مسئلہ میں بھی امام محمد کا قول ہدایہ میں مرقوم ہے کہ حد لگائی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ تصادم قبول شہادت کا مانع ہے۔ یعنی گواہوں کا پہلے خاموش رہنا پھر دیر کے بعد

شہادت دینا اثبات کی تہمت پیدا کر دیتا ہے کہ شاید ان کو کسی عداوت نے ادائے شہادت پر اکسایا ہے۔ اور متہم کی شہادت معتبر نہیں اور اس دیر کی حد امام محمد کے نزدیک ایک مہینہ ہے۔ امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک بو کے زائل ہونے تک ہے یعنی بو کے زائل ہونے تک بلا عذر گواہوں کا ادائے شہادت سے خاموش رہنا تہمت پیدا کر دیتا ہے۔ اس لیے ان کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ نہ حد لگے گی۔ ہدایہ میں اس مسئلہ کی دلیل میں قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وجدتم رائحة الخمر فاجلدوه

"اگر تم شراب کی بو پاؤ تو حد لگاؤ۔"

ہم نے فقہ حنفی کے دونوں قول واضح کر دیئے دونوں صحیح ہیں مگر فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔

اعتراض نمبر ۸٦:

شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے

ویباح تخلیها كذا في محيط السرخسي. (ص۴۱۰ ج۵)

"اور شراب (حرام) کو سرکہ کو ڈالنا مباح ہے۔" (ص۲۰۰ ج۹)

یعنی بالاتفاق حلال ہو جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۷۰)

جواب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم کی حدیث میں سرکہ کی تعریف آئی ہے کہ **نعم الادام الخل** رواہ مسلم۔ یعنی سرکہ عمدہ سالن ہے۔ اور یہ حنفیہ کا ہی مذہب نہیں ہے بلکہ امام اوزاعی اور لیث کا بھی یہی مذہب ہے۔ پس شراب بھی جب سرکہ بن جاوے یا بنائی جاوے تو اس کے استعمال میں کون سی قباحت ہے۔ بلکہ وہ سرکہ بھی عمدہ سالن ہے اور نیز یوں بھی حدیث

میں وارد ہے کہ شراب کا سرکہ اچھا ہوتا ہے۔ کہ خیر خلکم خل خمرکم

(سنن الکبریٰ بیہقی)

شرح مشکوٰۃ جلد ثالث صفحہ ۵۷ امطبوعہ مصطفائی دہلی اور بھی آیا ہے کہ مردار کی کھال کو دباغت پاک کردیتی ہے۔ جس طرح شراب کا سرکہ حلال ہو جاتا ہے۔ کذا فی العینی۔ (دار قطنی ج۴ ص ۲۶۶)

پس جو شخص ان حدیثوں کے مضمون کو برا سمجھتا ہے وہ اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتا ہے اور حدیث کا منکر ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ خود غیر مقلدین کی فقہ الحدیث مقبولہ اور معمولہ کتاب کے رو سے شراب تو پاک اور طیبات سے ہے پھر وہ کیوں حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے مجتہد العصر نواب سید محمد صدیق حسن خاں صاحب روضۃ الندیہ کے صفحہ ۱۲،۱۱ میں شراب کی پاکی کو بڑے مبالغے سے ثابت کر چکے ہیں اور ان کے امام الحدیث شیخ الاسلام سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد مولوی عبدالغفور محمدی استمناء میں سور کی چربی اور منی کے پاک ہونے سے کھانے اور چاٹنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ بحکم آیت کلوا من الطیبات پس ان کے نزدیک تو خود شراب ماکولات اور مشروبات سے ہوگئی۔ پس ان کی فقہ الحدیث میں جو لکھا ہے اور حرام ہے سرکہ بنانا شراب کا سراسر خلاف ان کے اصول کے ہے کیوں کہ روضۃ الندیہ میں جواز و عدم جواز دونوں پر حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور ان کے نزدیک اختلاف سے اصلی حکم میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے جیسا کہ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۱۰ میں ثابت ہے۔ اور اصل میں ہر شے حلال ہے جب تک اس کی اتفاقی حرمت قرآن اور حدیث سے ثابت نہ ہو۔ چنانچہ روضۃ الندیہ کے صفحہ ۲۰۹ میں لکھا ہے۔ پس جب بعض اصحاب اور اہل بیت اطہار سے شراب کے سرکہ بنانے کا جواز ثابت ہوا جیسا کہ صفحہ ۲۲۲ میں ہے۔ تو ثابت ہوا کہ عدم جواز اس کا ابتدا اور اسلام میں تھا۔ چنانچہ ابتدا میں استعمال ظروف شراب سے ممانعت تھی۔ پھر جب مسلمان شراب سے بکلی ممتنع ہو گئے تو ممانعت رفع ہوگئی۔ پس شراب کو سرکہ بنانے اور کھانے کو حرام کہنا حلال کو حرام کہنا ہے۔

اعتراض نمبر ۸۷:

شراب کھانے پر حد کی چھوٹ

اذا عجن الدقیق بالخمر و خبزہ لا یو کل ولو اکل لایحد (ص ۴۱۱ ج ۵)

"اگر شراب سے آٹا گوندھا اور اس کی روٹی پکائی تو وہ نہ کھائی جائے گی اور اگر کسی نے کھائی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔" (ص ۲۰۱ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۰)

جواب:

اگر ایسی روٹی کھانے پر شراب کی حد قرآن وحدیث میں موجود ہے تو مفتی صاحب بتائیں ورنہ فقہاء پر اعتراض نہ کریں۔ ہمارے علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے:

فھذا الخبز نجس کما لو عین بالبول

یہ روٹی ناپاک ہے جیسا کہ پیشاب ناپاک ہے

اعتراض نمبر ۸۸:

شراب کے نو پیالوں پر حد نہیں

اذا شرب تسعة اقداح من نبیذ التمر فاوجر العاشر فسکر لم یحد لان السکر یضاف الی ما ھو اقرب الیه کذا فی السراجیه ص ۴۱۲ ج ۵ الباب الثانی.

"اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پیے پھر دسواں پیالہ اس کے منہ میں ڈالا گیا پس نشہ ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ سکر اس کے اقرب کی طرف مضاف

ہوتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ (ص ۴۰۴ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۲)

جواب:

وجہ اس کی یہ ہے کہ نبیذ تمر شراب بمعنی خمر کا نام نہیں بلکہ اس پانی کا نام ہے جس میں چند کھجوریں ڈال دی جائیں تا کہ پانی میٹھا ہو جائے جس طرح آج کل شکر ڈال کر پانی میٹھا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کھجوریں ڈال کر پانی میٹھا کیا جاتا تھا۔ شرعاً اس مشروب کا پینا بلا کراہت درست ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بارہا نوش فرمایا۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے اس پیالے میں رسول اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو درج ذیل مشروبات پلانے کی سعادت حاصل کی (العسل والنبیذ والماء واللبن) شہد، نبیذ، پانی اور دودھ۔

حدیث نمبر ۲:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کنا نبیذ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سقاء ہم رسول اللہ کے لیے مشک میں نبیذ تیار کیا کرتی تھیں۔

حدیث نمبر ۳:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شروع رات پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نبیذ تمر کو صبح سے لے کر تیسرے دن کی عصر تک جب چاہتے نوش فرماتے۔ فان بقی شیء سقاہ الخادم او امر بہ فصب پھر اگر کچھ بچ رہتا تو خادم کو پلا دیتے یا حکم فرماتے تو گرادیا جاتا۔ (مشکوۃ ص ۳۷۲)

تیسری حدیث کی تشریح میں محدثین کرام نے فرمایا کہ اگر بوجہ گرمی وغیرہ کے نبیذ میں

نشہ پیدا ہو جاتا (جس کی پہچان رنگ بدلنے جھاگ پیدا ہونے وغیرہ سے ہو جاتی ہے) تو حضور اقدس ﷺ اس کے گرانے کا حکم دے دیتے اور اگر نشہ پیدا نہ ہوتا تو خادم کو پلا دیتے۔(مرقاۃ جدید ص ۲۲۷ ج ۸)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبیذ تمر عمدہ و پسندیدہ مشروب ہے۔البتہ اسے اگر زیادہ دیر تک رکھا جائے تو اس میں کبھی نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔یہ مشروب نشہ آور ہونے سے پہلے بلا کراہت حلال ہے اور نشہ آور ہونے کے بعد بلاشبہ حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کی مندرجہ عبارت ان احادیث کی روشنی میں مرتب فرمائی گئی ہے۔ یعنی اگر کسی شخص نے نبیذ تمر کے ایسے نو پیالے پیے جن میں نشہ نہ تھا اور دسواں پیالہ جس میں نشہ تھا اس نے خود نہ پیا بلکہ کسی نے اس کے منہ میں زبردستی ڈال دیا جس سے وہ نشہ میں ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی کیوں کہ جس نبیذ کو اس نے خود پیا اس میں نشہ نہ تھا اور جس میں نشہ تھا اسے اس نے خود نہ پیا جب نشہ آور چیز بغیر اکراہ کے خود نہ پی جائے تو حد نہیں لگائی جا سکتی۔قرآن مجید میں ہے:﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ یعنی جو شخص حرام چیز کے کھانے یا پینے پر مجبور ہوا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔(البقرہ:۱۷۳)

غیر مقلدین کا مذہب، پہلا مسئلہ:

اگر کتا کنویں میں گر پڑے اور پانی کا رنگ یا مزہ یا بو تبدیل نہ ہو تو وہ پاک ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۳۸)

دوسرا مسئلہ:

زیادہ ترجیح قول یہ ہے کہ کتے اور خنزیر کے سوا سب جانوروں کی منی پاک ہے۔

(فقہ محمدیہ کلاں ج ۱ ص ۴۱)

تیسرا مسئلہ:

"جب تک پانی کا کوئی وصف نہ بدلے قلیل ہو یا کثیر نجاست گرنے سے وہ نجس نہیں

ہوتا۔" اہل حدیث نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (لغات الحدیث ج٦ ص٣٢٠)

چوتھا مسئلہ:

"خون کی نجاست پر کوئی قوی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً حلال جانور کے خون کی نجاست پر البتہ حیض کا خون نجس ہے اور اصل اشیاء طہارت ہے۔"

(لغات الحدیث ج٢ ص٦٨)

پانچواں مسئلہ:

جو روٹی شراب ملا کر پکائی جائے اس کا کھانا درست ہوگا، جن ادویہ میں شراب کی روح یعنی الکحل شریک ہوتی ہے اس کا بھی استعمال درست ہوگا ہمارے علماء اہل حدیث میں سے مفتی مصر نے ایسا ہی فتوی دیا ہے۔ (لغات الحدیث ج١ ص٦٠)

چھٹا مسئلہ:

"کپڑے یا جسم میں شراب لگ جائے تو دھونے کی ضرورت نہیں کیوں کہ شراب نجس نہیں ہے۔" (لغات الحدیث ج٦ ص٨)

اعتراض نمبر ٨٩:

چوری کے اقرار سے منحرف کرنا مستحب ہے

ويستحب للامام ان يلقن حتى لا يقر بالسرقة كذا في الظهيرة.

(ص ١٧١ ج٢)

"اگر کوئی چور مجرم ہونے کا اقرار کرے تو مسلمان حاکم کے لیے مستحب ہے کہ وہ اسے ایسی ترغیب دے کہ وہ چوری کا اعتراف ہی نہ کرے۔

(فتاوی عالمگیری پر ایک نظر ص ٤٧ مسئلہ نمبر ١٩٣)

اعتراض نمبر ۹۰:

حاکم منحرف ہونے کا مشورہ دے

وینبغی ان یلقن لمقر الرجوع احتیالا للدرء

(فتاویٰ عالمگیری ص ۱۷۱ ج ۲)

""اگر کوئی چور چوری کا اقرار کرے تو مسلمان حاکم کا فرض ہوگا کہ وہ اسے اپنے اعتراف سے منحرف ہو جانے کی ترغیب دے تاکہ وہ حد کی سزا سے بچ جائے۔""

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۴۷ مسئلہ نمبر ۱۹۴)

جواب:

دونوں اعتراض کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی صاحب نے ""فرض ہوگا"" کے الفاظ اپنی طرف سے کہے ہیں۔ کتاب میں ان کا ذکر نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کی مکمل عبارت مع ترجمہ ملاحظہ ہو ینبغی ان یلقن لمقر الرجوع احتیالا للدرء واذا رجع عن الاقرار صح فی القطع ولا یصح فی المال یعنی اگر کوئی شخص اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کی چوری کی ہے تو مناسب ہوگا کہ مقر کو اقرار سے رجوع کرنے کی تلقین کی جائے تاکہ وہ رجوع کے سبب حد سرقہ سے بچ جائے۔ لیکن رجوع سے صرف اتنا فائدہ ہوگا کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ باقی رہا مال وہ ضروری طور پر حسب اعتراف اس سے برآمد کیا جائے گا۔ (ج ۲ ص ۱۷۱)

حدیث شریف:

یہ مسئلہ دل سے نہیں بنایا گیا بلکہ درج ذیل حدیث سے مستنبط ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر اعتراف جرم کیا تو آپ نے اسے تلقین فرمائی کہ ارجع فاستغفر اللہ وتب الیہ ""رجوع کر۔ اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر۔"" (مشکوٰۃ ص ۳۱۰)

مگر اس نے اعتراف جرم سے رجوع نہ کیا تو آپ ﷺ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اس پر سنگساری شروع کی گئی تو وہ بھاگ پڑا۔ سنگسار کنندگان میں سے بعض نے تعاقب کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر یہ واقعہ سید عالم ﷺ کے حضور عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ھلّا ترکتموہ لعلّہٗ ان یتوب فیتوب اللہ علیہ۔

"تم نے اسے (چھوڑ دینا تھا) چھوڑا کیوں نہیں۔ (بھاگنے کے بعد کیوں قتل کیا) شاید کہ وہ اعتراف جرم سے رجوع کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کا رجوع قبول فرما لیتا۔"

(مشکوۃ ص ۳۱۱، ۳۱۲)

اعتراض نمبر ۹۱:

اقرار کے بعد بھاگ جائے تعاقب ختم

واذا اقر بالسرقة ثم هرب لا يتبع (ص ۱۷۳ ج ۲)

"اگر چور اعتراف جرم کے بعد عدالت یا حد کی جگہ سے بھاگ جائے تو اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔" (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۷۴ مسئلہ نمبر ۱۹۵)

جواب:

پچھلے اعتراض کے جواب میں غور کرنے سے اس اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جو جرم شہادت کے بغیر محض اعتراف جرم کی بنیاد پر ثابت ہو اس سے اگر مجرم رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر چونکہ حدیث مذکور سے پتہ چلتا ہے کہ فرار بھی رجوع کی دلیل بن سکتا ہے لہٰذا جو شخص سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے گا۔ اس کا تعاقب حد قائم کرنے کے لیے ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ جس رقم کا اس نے اعتراف کیا ہے وہ ضرور وصول کی جائے گی۔

اعتراض نمبر۹۲:

دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ کاٹنا

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ید السارق فی مجنۃ ثمنہ ثلاثۃ دراھم

(صحیح بخاری ص۱۰۰۴ ج۲)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ تین درہم کی ڈھال میں کاٹا تھا۔ مگر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اقل النصاب فی السرقۃ عشرۃ دراھم. ص۱۷۰ ج۲

سرقہ (چوری) کا کم سے کم نصاب دس درہم ہے۔ (ص۳۸۷ ج۳)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص۴۷ مسئلہ نمبر ۴۷)

جواب:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کی دلیل یہ ہے کہ نصاب سرقہ کے باب میں اصل کی حیثیت آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کو حاصل ہے کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم مال میں نہ کاٹا جائے۔ (نسائی ج۲ ص۲۲۳)

اور اس اصولی حکم پر ہی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں عمل ہوا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کسی چور کا ہاتھ ایک لاٹھی یا ڈھال کی قیمت سے کم میں نہیں کاٹا گیا۔

(صحیح بخاری کتاب الحدود پارہ ۲۷)

ان دو احادیث سے معلوم ہوا کہ ڈھال کی قیمت پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ ڈھال کی قیمت کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت کے متعلق روایات مختلف آئی ہیں۔ وہ

ہم یہاں درج کرتے ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت جس میں ربع دینار (یعنی تین درہم) کا ذکر آیا ہے۔

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا ایک ڈھال کے چرانے میں جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۳) حضرت قتادہ سے روایت ہے میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہتے تھے ایک شخص نے ڈھال چرائی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے۔ اس کی قیمت لگائی گئی پانچ درہم پھر اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا بہت عرصہ نہیں گزرا میں بھول گئی چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹا جاوے گا یا زیادہ میں۔ (نسائی ج ۲ ص ۲۵۷)

(۵) حضرت سلیمان بن یسار نے کہا نہ کاٹا جائے ہاتھ کا پنجہ مگر پنجے میں (یعنی پانچ درہم کی مالیت میں) (نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۳ فرید بک سٹال لاہور)

(۶) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے نہ کاٹا جاوے ہاتھ مگر ڈھال کی چوری میں اس کی قیمت کے برابر دوسری چیز میں۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا ڈھال چار درہم کی ہوتی ہے۔

(نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۲)

(۷) حضرت ایمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ نہیں کٹوایا چور کا مگر ڈھال کی قیمت میں اور ڈھال کی قیمت ان دنوں ایک دینار تھی۔

(نسائی ج ۲ ص ۲۲۵)

(۸) حضرت ایمن سے روایت ہے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا ڈھال کی قیمت میں اور ڈھال کی قیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دینار تھی او عشرۃ دراھم (یا دس درہم) (نسائی ج ۲ ص ۲۲۵)

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے ڈھال کی قیمت ان دنوں دس درہم تھی۔

(سنن النسائی ج ۲ ص ۲۵۹)

(۱۰) حضرت عطاء نے کہا کم سے کم جس میں ہاتھ کاٹا جائے ڈھال کی قیمت ہے اور وہ ان دنوں میں دس درہم تھی۔

(نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

ان متعارض روایات میں تطبیق دینا ضروری ہے چنانچہ علمائے احناف نے ان میں یوں تطبیق دی ہے کہ ڈھال کی قیمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مختلف اوقات میں بدلتی رہی ہے۔ ابتدا میں ڈھال کی قیمت ربع دینار (تین درہم) تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے میں حکم دیا کہ ربع دینار کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ پھر ڈھال کی قیمت بڑھ کر پانچ درہم ہوگئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں اسی کا ذکر ہے۔ پھر اس کے بعد ڈھال کی قیمت اور بڑھ کر دس درہم ہوگئی ابن عباس اور ایمن رضی اللہ عنہم کی روایات میں اسی زمانے کا ذکر ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے مثال کے طور پر پہلے اونٹوں کے سستا ہونے کی وجہ سے دیت چار سو درہم تھی بعد میں اونٹوں کے مہنگا ہو جانے کی وجہ سے یہ آٹھ سو درہم ہوگئی۔

(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۶۷۹)

چونکہ سب سے آخر میں ڈھال کی قیمت دس درہم ہوگئی تھی۔ اس لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ دس درہم سے کم مال میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا۔ اس فتوے کے حق میں مزید روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (نسائی مترجم ج ۳ ص ۳۵۴)

(۲) عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ (نسائی)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا چور کا ہاتھ دس درہم سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا۔ (کتاب الآثار امام محمد ص ۱۰۹)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چور کا ہاتھ ڈھال سے کم قیمت کی چیز میں نہ کاٹا جائے۔ اور ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴)

(۵) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے گا سوائے ایک دینار کے یا دس درہم کے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۳)

(۷) حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ ڈھال کی قیمت ایک دینار ہے۔ جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۴)

(۸) حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ ہاتھ نہیں کاٹا جاتا مگر ڈھال (کی قیمت) میں راوی نے کہا کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ اس کی کیا قیمت ہے (ابراہیم نے) کہا کہ ایک دینار۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۵۔ مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۲۳۴)

(۹) عمرو بن شعیب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں سعید بن مسیب کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ آپ کے ساتھی عروہ بن زبیر، محمد بن مسلم زہری اور ابن یسار کہتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت پانچ درہم ہے؟ (میرے اس سوال کے جواب میں سعید بن المسیب نے) کہا کہ رہی یہ بات (ڈھال کی قیمت والی) تو اس بارے میں سنت نبوی چلی آ رہی ہے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۴۷۶)

(۱۰) قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو جس نے کپڑا چرایا تھا۔ حضرت عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کپڑے کی قیمت دس درہم سے کم ہے۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو اس کپڑے کی قیمت آٹھ درہم نکلی۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۹ ص۴۷۴۔ مصنف عبدالرزاق ج۱۰ ص۲۳۳)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (نصب الرایہ ۳۳۲)

(۱۲) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا۔ (نصب الرایہ)

(۱۳) عن ابن المسیب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سرق السارق ما یبلغ ثمن المجن قطعت یدہ و کان ثمن المجن عشرۃ دراھم۔

(مصنف عبدالرزاق ج۱۰ ص۲۳۳)

ابن المسیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب چور کوئی ایسی چیز چوری کرے جس کی قیمت ڈھال کی قیمت تک پہنچتی ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔

(۱۴) عن علی قال لا یقطع فی اقل من دینار او عشرۃ دراھم۔

(مصنف عبدالرزاق ج۱۰ ص۲۳۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم مال کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۱۵) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۱۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں

کہ چور کا ہاتھ دس درہم سے کم مال میں نہ کاٹا جائے۔

ناظرین فتاویٰ عالمگیری کا مسئلہ حدیث کے مطابق ہے یا مخالف فیصلہ آپ خود کریں۔

اعتراض نمبر۹۳:

جھوٹی گواہی پر قاضی کے فیصلہ کا حکم

جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ باطن میں نافذ نہیں ہوتا چنانچہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ (مشکوۃ ص ۳۲۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں ایک انسان ہوں اورتم جب اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہوتو یہ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے کی بہ نسبت دلیل وحجت پیش کرنے میں چرب لسان ہواوراس میں اس کی بات سن کراس کے حق میں فیصلہ کردوں یعنی دوسرے بھائی کے حق میں سے اس کے لیے کچھ دینے کا فیصلہ کردوں تو وہ اپنے بھائی کے اس حق کو ہرگز قبول نہ کرے کیوں کہ میں ایسی صورت میں دراصل اس کے لیے دوزخ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوتا ہوں۔ مگر بقول فتاویٰ عالمگیری۔

قاضی کا فیصلہ باطن میں نافذ ہے:

رجل ادعی علی امرأة نکاحا وھی تجھد واقام علیھا شاھدی زور وقضی القاضی بالنکاح بینھما حل للرجل وطؤھا وحل للمرأة التمکین منه عند ابی حنیفة وابی یوسف الاول. (ص ۳۵۰، ۳۵۱ ج ۳ باب ۱۷)

"ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت انکار کرتی ہے اور اس شخص

نے دو جھوٹے گواہ پیش کیے اور قاضی (جج) نے فیصلہ کر دیا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق اس مرد کو اس (عورت) کے ساتھ وطی کرنا حلال اور عورت کو جائز ہے کہ اس کو اپنے اوپر قابو دے دے۔" (ص ۱۶۸ ج ۵)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۰، ۸۱)

اعتراض نمبر ۹۴:

جھوٹی شہادت پر طلاق

امراۃ ادعت علٰی زوجھا انہ طلقھا واقامت علٰی ذالک شھود زور وقضی القاضی بالفرقۃ بینھما وتزوجت بزوج اٰخر بعد انقضاء والعدۃ فعلٰی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالٰی وقول ابی یوسف الاول لا یحل للزوج الاول وطؤھا ظاھرا وباطنا ویحل للزوج الثانی وطؤھا ظاھرا و باطنا علم بحقیقۃ الحال ان الزوج الاول لم یطلقھا بان کان الزوج الثانی احد الشاھدین اولم یعلم بحقیقۃ الحال بان کان الزوج الثانی اجنبیا.

(ص ۳۲۱ ج ۳)

"ایک عورت نے اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعویٰ کیا اور اس پر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے دونوں میں جدائی کا حکم دے دیا۔ پھر عدت گزارنے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور پہلے قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے موافق پہلے شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنا۔ ظاہراً و باطناً حلال نہیں اور دوسرے شوہر کو ظاہر باطن اس سے وطی کرنا حلال ہے خواہ اس کو یہ حال معلوم ہو کہ پہلے شوہر نے اس کو طلاق نہیں دی مثلاً دوسرا شوہر ان دونوں گواہوں میں سے ایک گواہ ہو یا اس کو یہ بات نہ معلوم ہو۔ مثلاً یہ شوہر دوسرا اجنبی محض ہو۔" (ص ۱۶۸ ج ۵)

جواب:

دونوں اعتراضوں کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ان مسائل کا تعلق قاضی کی قضا کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کے ساتھ ہے امام اعظم کے نزدیک قاضی کی قضا ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے۔ عورت نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور اس پر گواہ بھی پیش کر دیئے۔ اسی طرح کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ گزار دیئے۔ قاضی نے مطابق حکم شرعی شہادت لے کر نکاح کا فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ جس طرح ظاہر میں نافذ ہو جاتا ہے اسی طرح باطن میں نافذ ہو جائے گا۔ یہی فیصلہ اس کا نکاح ہے قاضی جو کہ ولی ہے۔ موجود ہے، اور گواہ بھی موجود ہے۔ قاضی کا فیصلہ مرد و عورت دونوں نے منظور کیا۔ ان کا یہ منظور کرنا ایجاب و قبول ہے۔ اس لیے نکاح ہو جائے گا۔ اگر یہ فیصلہ باطن میں نافذ نہ ہو تو بجائے اس کے قضاء قطع منازعہ کے لیے ہوتی ہے۔ منازعة کی تمہید کے لیے ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا کہ امام محمد نے مبسوط میں لکھا ہے۔ تو عورت بولی کہ آپ میرا نکاح تو کر دیں آپ (حضرت علی) نے فرمایا کہ میرے نکاح کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے۔

پھر یہ مسئلہ (قاضی کی قضا ظاہراً و باطناً والا) کسی حدیث صحیح کے خلاف نہیں۔ اگر معترض اس مسئلہ کو کسی حدیث صحیح کے مخالف سمجھتا ہے تو وہ صریح حدیث مع وجہ مخالفت و طریق استدلال لکھے۔

حدیث لعل بعضکم ان یکون الحن بحجة اس مسئلہ کے مخالف نہیں ہے۔ دیکھو لعان میں قاضی کی تفریق ظاہر باطن جاری ہو جاتی ہے حالانکہ ان دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہوا ہے۔

اسی طرح معترض کے نزدیک بھی مفقود کی عورت پر چار برس کے بعد قاضی تفریق کر

سکتا ہے پس کیا یہ تفریق باطن میں نہیں ہوتی؟ کیا وہ عورت اللہ کے نزدیک مطلقہ نہیں ہو جاتی؟ اگر ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ قاضی کی قضاء باطن میں بھی نافذ ہو جاتی ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کے ص ۱۷۲ میں لکھتے ہیں:

وابو حنيفة إمام مجتهد أدرك صحابة ومن التابعين خلقا كثيرا وقد تكلم في هذه المسألة بأصل وهو أن القضاء لقطع المنازعة بين الزوجين من كل وجه فلو لم ينفذ القضاء بشهادة الزور باطنا كان تمهيدا للمنازعة بينهما وقد عهدنا بنفوذ مثل ذلك في الشرع ألا ترى أن التفريق باللعان ينفذ باطنا واحدهما كاذب بيقين

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ادلہ کاملہ، ایضاء الادلہ، تالیفات حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن محدث دیوبند۔

اعتراض نمبر ۹۵:

سور کے بال قابل استعمال ہیں

وقال ابو حنيفة رحمه الله تعالى ولا ينتفع من الخنزير بجلده ولا غيره الا الشعر للاساكفة...... وقول ابى حنيفة اظهر كذا فى المحيط.

(ص ۳۵۴ ج ۵)

''اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ کسی چیز سے انتفاع نہیں جائز ہے۔ لیکن سور کے بالوں سے موزہ دوز (موچی) کو انتفاع لینا جائز ہے۔'' (ص ۹۰ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۵)

جواب:

مفتی صاحب آپ کے مولانا محمد یوسف جے پوری صاحب نے ''حقیقت الفقہ'' مسئلہ نمبر ۲۶۴ میں درمختار ج ۱ ص ۱۰۲ کے حوالہ سے احناف کا مسلک تحریر کیا ہے کہ سور کی

کھال کے سوا ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

جب فقہ حنفی کا یہ مسئلہ درمختار میں لکھا تھا تو پھر اعتراض کیوں کیا۔ صرف عوام کو مغالطے میں ڈالنا ہے اور کچھ نہیں۔ جب سور کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی تو بال کیسے پاک ہو گئے۔ کھال کے ساتھ ہی بال ہوتے ہیں۔

غیر مقلدین کے نزدیک سور کے گوشت کے علاوہ کوئی اور چیز ناپاک ہی نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام شوکانی اور ان کے معتقد نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کے نزدیک بجز گوشت سور کے اور کوئی چیز اس کی ناپاک ہی نہیں۔ شوکانی نے نجاستوں میں صرف گوشت سور کو شمار کیا ہے چنانچہ دررببہیہ میں فرماتے ہیں ولحم الخنزیر اور خنزیر کا گوشت۔

نواب صاحب اس کی شرح میں فرماتے ہیں: الدلیل علی نجاسة ما قدمنا قریبا من الایة الکریمة (الروضۃ الندیہ ص ۱۲ مطبوعہ قدیمی ص ۱۸)

''کہ سور کے گوشت کے ناپاک ہونے کی دلیل ہم قریب ہی بیان کر چکے ہیں جو آیت شریفہ ہے۔''

اس سے قبل پانچویں سطر میں آیت کے مضمون کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

والظاهر رجوعه الی الاقرب وهو لحم الخنزیر لافراد الضمیر ولهذا جزمنا ههنا بنجاسة لحم الخنزیر. (الروضۃ الندیہ ص ۱۲ قدیمی ص ۱۸)

''کہ چونکہ ضمیر مفرد ہے اس بنا پر ظاہر یہی ہے کہ اقرب کی طرف راجع ہے جو لحم خنزیر ہے اسی لیے ہم اس جگہ پر سور کے گوشت کے نجس وناپاک ہونے کے قائل ہوئے باقی اور کوئی چیز اس کی ناپاک نہیں۔''

نواب نورالحسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں:

پس دعوائے نجس عین بودن سگ وخنزیر بعد پلید بودن خمر ودم مسفوح وحیوان مردار ناتمام است آرے اکل لحم انہا وآشامیدن خمر حرام است ونیست ملازمت میاں حرمت و

نجاست آرے ہر نجس حرام است نہ ہر حرام نجس۔ (عرف الجادی ص ۱۰)

نواب صاحب فرماتے ہیں:

''پس کتے اور سور کے اور شراب و خون مسفوح کے اور مرے ہوئے جانور کے ناپاک و نجس عین ہونے کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے۔ ہاں ان دونوں کا گوشت کھانا اور شراب پینا بے شک حرام ہے۔ لیکن حرمت و ناپاکی میں لزوم نہیں۔ جو چیز ناپاک ہے وہ حرام ضرور ہے مگر ہر ایک حرام چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

یہ قول تو با آواز دہل کہہ رہا ہے کہ سور کا کوئی جز بھی ناپاک نہیں حتیٰ کہ اس کا گوشت بھی ناپاک نہیں صرف حرام ہے اور حرام اور نجس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔''

مفتی صاحب کو خاص طور پر اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے کہ ان کے اہل حدیث بھائی خنزیر و کتے دونوں کو ناپاک نہیں کہتے۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد فرماتے ہیں:

ہمچنیں استدلال برنجاست خنزیر بلفظ رجس کما ینبغی نیست چه مراد بر جس چنانکه گذشت حرام است نه نجس دور دو آیت در تحریم اکل ست نه در نجاست و میان تحریم و نجاست تلازم نیست بسیار است که یک شیء حرام و طاہر می بود چنانکه در حرمت علیکم امہاتکم و نحو ..ن بوده است وہمین است حال استدلال بغسل آنیه اہل کتب که دوران خوك پرند که آن بنا پر تحریم اکل و شرب است نه بنا بر نجاست و این حکم دیگر است مقصود شارع نیست۔

(بدور الاہلہ ص ۱۶)

''اسی طرح لفظ رجس سے سور کے ناپاک ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیوں کہ رجس سے مراد حرام ہے نہ ناپاک جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے اور آیت کھانے کے حرام

ہونے میں نازل ہوئی ہے ناپاک ہونے کے بارے میں نہیں۔ اور تحریم ونجاست میں لزوم نہیں ہے بسا اوقات ایک شے حرام کے ساتھ ساتھ پاک بھی ہوتی ہے چنانچہ آیت حرمت علیکم امہاتکم وغیرہ میں ہے۔ اور یہی حال اس حدیث سے استدلال کا ہے۔ جس میں آنحضرت نے اہل کتاب کے برتنوں کے دھونے کا حکم دیا ہے جن میں وہ سور پکایا کرتے تھے کہ وہ حکم اس کی نجاست کی بنا پر نہ تھا کیوں کہ یہ حکم دوسرا ہے جو شارع علیہ السلام کا مقصود نہیں بلکہ وہ حکم اکل وشرب کی تحریم کی بنا پر تھا۔"

نواب صاحب کا ایک اور حوالہ:

اس کے بعد ایک جملہ اور بھی نواب صاحب نے تحریر فرمایا ہے اسے بھی نقل کیے دیتا ہوں۔

واگر تنزلا بتقدیر احتمال دویم محتمل از برائے احتجاج در محل نزاع منتہض نباشد (بدور الاہلہ ص ۱۶)

"اور اگر احتمال کے طریق پر چلیں (کہ ممکن ہے نجاست کی وجہ سے دھونے کا حکم فرمایا ہو) تو جو دلیل محتمل ہو محل نزاع میں وہ قابل استدلال نہیں ہے۔"

ناظرین ان عبارتوں کو دیکھ کر کیا کوئی عاقل انکار کرسکتا ہے کہ نواب صاحب وغیرہ سور کی طہارت کے قائل نہیں ہیں؟

اسی طرح نواب صاحب نے دلیل الطالب فی ارجح المطالب کے صفحہ ۴۴۰ میں بیان کیا ہے۔

علامہ وحید الزماں صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

کہ سور تو سور اس کا لعاب بھی پاک ہے اگر کسی برتن میں سور یا کتے نے منہ ڈال دیا تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

والحق عدم النجاسة والامر بالغسل تعبدی او لما فیه من السمیة

(ہدیۃ المہدی ص ۳۷)

نجس نہ ہونا ہی حق ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

اسی پر بس نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں:

واختارہ البخاری وغیرہ من اصحابنا. (ہدیۃ المھدی ص ۳۷)

اب فرمایئے کہ فتاویٰ عالمگیری پر کیوں اعتراض ہے۔ آپ کے اہل حدیث کے یہاں تو سور اپنے تمام اجزا کے ساتھ پاک ہے سوائے گوشت کے۔

فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول کہ سور نجس عین ہے:

اب وہ عبارتیں ملاحظہ فرمالیں جو آپ کو یہ بتلائیں گی کہ حنفیوں کے مذہب میں سور بجمیع اجزاء نجس وناپاک ہے تاکہ کسی طرح کا وہم باقی نہ رہے۔

ثم قال الکرخی الا جلد الانسان والخنزیر جواب ظاھر قول اصحابنا (الی ما نقلتہ اولا) والصحیح ان جلد الخنزیر لا یطھر بالدباغ لان نجاسۃ لیست لما فیہ من الدم والرطوبۃ بل ھو نجس العین فکان وجود الدباغ فی حقہ والعدم بمنزلۃ واحدۃ وقیل ان جلدہ لا یحتمل الدباغ لان لہ جلودا مترادفۃ بعضھا فوق بعض لما للآدمی. (بدائع الصنائع ص ۸۶ ج ۱)

"ہمارے تینوں اماموں کا ظاہر قول یہی ہے کہ سور نجس العین ہے دباغت دینے سے اس کا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیوں کہ اس کی ناپاکی اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں خون اور رطوبات پائے جاتے ہیں بلکہ وہ تو سر سے لے کر پیر تک ناپاک ہی ناپاک ہے پس دباغت کا وجود عدم دونوں یکساں ہیں لہٰذا دباغت سے کچھ فائدہ نہیں اور وہ پاک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بعض نے اس کی علت یہ بھی بیان کردی کہ اس کے چمڑے میں تہ بہ تہ ہونے کی وجہ سے دباغت اپنا اثر ہی نہیں کرتی۔ غرض کوئی بھی صورت ہو سور پاک نہیں ہوسکتا۔ اس سے قبل صاحب بدائع فرماتے ہیں:

ومنها الدباغ للجلود النجسة فالدباغ تطهير للجلود كلها الاجلد الانسان والخنزير كذا اذكر الكرخي. (ص۸۵)

''کہ دباغت تمام چمڑوں کو پاک کر دیتی ہے لیکن انسان اور سور کے چمڑے کو نہیں کرتی چنانچہ امام کرخی نے ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب سے کرخی طحاوی وغیرہ زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ مذہب ہی کو نقل کرتے ہیں۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

خلا جلد خنزير فلا يطهر (درمختار)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

اى لانه نجس العين بمعنى ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حيا و ميتا فليست نجاسة لما فيه من الدم كنجاسة غيره من الحيوانات فلذا لم يقبل التطهير فى ظاهر الرواية عن اصحابنا. (رد المحتار ج۱ص۱۴۳)

''سور کا چمڑا پاک نہیں ہوتا کیوں کہ وہ نجس العین ہے یعنی اس کی ذات زندگی و موت کی حالت میں اپنی تمام اجزا کے اعتبار سے ناپاک ہے اس کی ناپاکی دوسرے جانوروں کی طرح خون کی وجہ سے نہیں ہے اسی بنا پر ہمارے ائمہ کے ظاہر مذہب میں وہ پاکی کو قبول نہیں کرتا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

واما الخنزير فجميع اجزائه نجسة كذا فى الاختيار شرح المختار.

(فتاویٰ عالمگیری ص۲۵ ج۱)

''خنزیر کے تمام اجزاء ناپاک ہیں چنانچہ اختیار میں مصرح ہے۔''

كل اهاب دبغ فقد طهر الا جلد الآدمى والخنزير كذا فى الزاهدى.

(عالمگیری ص۲۵ ج۱)

''تمام چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں مگر انسان اور خنزیر کا چمڑا پاک نہیں

ہوتا۔ چنانچہ زاہدی میں تصریح ہے۔"

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

وشعر الخنزیر اذا وقع فی الماء یفسده لانه نجس العین

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۰)

"سور چونکہ نجس العین ہے اس لیے اس کے بال اگر پانی میں گر پڑیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔"

ہدایہ میں ہے:

وکل اھاب دبغ فقد طھر وجازت الصلوٰۃ فیه والوضوء منه الا جلد الخنزیر لآدمی بخلاف الخنزیر لانه نجس العین اذا لھاء فی قوله تعالٰی فانه رجس منصرف الیه لقربه. (ہدایہ)

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:

قلنا جلد الخنزیر لاینجبغ فلا یطھر لان شعره غلیظ ینبت من لحمه ولانه نجس العین کالخمر. (کفایہ ج ۱ ص ۸۱)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

بخلاف جلد الخنزیر فانه لایطھر بالدباغ النجاسة عینه.

(عنایہ ج ۱ ص ۸۲)

کنز الدقائق میں ہے:

الا جلد الخنزیر والادمی. (کنز)

شرح کنز میں ہے:

لنجاسة عینه. (بحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۰)

مفتی صاحب ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ کنز الدقائق، بحر الرائق، بدائع، ہدایہ، عنایہ، کفایہ، قاضی خاں، عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، شامی۔ دس کتابوں سے میں نے اقوال

نقل کیے ہیں سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ حنفیوں کا مذہب ہے کہ خنزیر نجس العین ہے اس کے تمام اجزا ناپاک ہیں اس کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد کا ہے۔ روایات فقیہہ اور بھی نقل کر سکتا ہوں۔ لیکن حق کی اتباع کے واسطے یہ کافی ہے۔

ایک بات اور سن لیجیے کہ گو حدیث تمام جلود کو شامل ہے جس میں جلد خنزیر بھی آ جاتی ہے لیکن حنفیوں نے خنزیر کے چمڑے کو اس سے علیحدہ کیا ہوا ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیت کے معارض ہے او لحم الخنزیر فانہ رجس کہ خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے۔ کیوں کہ خنزیر ناپاک ہے۔ ظاہراً ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے اور ضمیر کے قریب تر خنزیر ہے خنزیر کے اعتبار سے لحم بعید ہے اور اس کو نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھی تسلیم کرر ہے ہیں کہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے مگر انہوں نے لحم کو اقرب قرار دیا ہے اور ہم خنزیر کو اقرب قرار دیتے ہیں جس پر مشاہدہ شاہد ہے اور ظاہری بصارت گواہ ہے اور مضاف الیہ کی طرف ضمیر کا رجوع بغیر انکار شائع ہے کلام عرب بلکہ قرآن وحدیث میں اس کے نظائر موجود ہیں گو مضاف کی طرف بھی ضمیر راجع ہوتی ہے لیکن موضع احتیاط میں طریق احتیاط کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور وہ اسی صورت میں ہے جو حنفیوں نے اختیار کی ہوئی ہے بس حدیث مذکور چونکہ قرآن شریف کی آیت کے خنزیر کے بارے میں معارض ہے اور قرآن شریف کی آیت قطعی اور حدیث مذکور خبر واحد ظنی ہے۔ لہٰذا جلد خنزیر میں قرآن کی آیت کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور خنزیر کے علاوہ حدیث دوسرے جلود پر محمول ہو گی۔ اس طرح قرآن وحدیث دونوں پر عمل ہو جائے گا اور آپ کے یہاں تو قرآن وحدیث دونوں کو چھوڑ دیا گیا۔ خنزیر بھی طاہر اور اس کے تمام اجزا طاہر اور لعاب بھی پاک ہے چنانچہ عبارتیں نقل کر چکا ہوں لہٰذا سچ سچ فرمایئے کہ قرآن وحدیث پر کون عامل ہے اس کو تحقیق کہتے ہیں اور اس کا نام اجتہاد صحیح ہے۔

ایک اور انداز سے:

ناظرین! صاحب درمختار بیان کرتے ہیں فلاں فلاں جانور سے شکار کرنا جائز ہے جس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ جانور نجس العین نہ ہو اگر نجس العین ہوگا تو اس سے شکار جائز نہیں۔

فرماتے ہیں:

فلا یجوز بخنزیر لنجاسة عینه (درمختار کتاب الصید)

''لہٰذا خنزیر سے شکار اکرانا جائز نہیں کیوں کہ وہ نجس العین ہے۔''

اعتراض نمبر۹۶:

خون کے ساتھ قرآن مجید لکھنا جائز ہے

والذی رعف فلا یرقا رمه فاراد ان یکتب بدمهٖ علی جبهته شیئً من القرآن قال ابو بکر الاسکاف یجوز. (ص۳۵۶ ج۵)

اور جس شخص کی نکسیر پھوٹی اور اس کا خون بند نہیں ہوتا پس چاہا کہ اس کے خون سے اس کی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ جائز ہے۔

(ص۹۹ ج۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸،۸۷)

جواب:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں تداوی بالحرام (یعنی حرام کے ساتھ علاج) کا عنوان ہے۔ اس عنوان کو ذہن میں رکھیں اور اس عنوان کے تحت اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ مسئلہ دراصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے کہ جس کا علاج بالحلال (حلال اشیاء کے ساتھ علاج) ممکن نہیں اور سوائے علاج بالحرام کے کوئی چارہ نہیں تو اب کیا کیا جائے ایسے مریض کو مرنے اور ہلاک ہونے دیا جائے یا اس کی جان بچانے کے

لیے علاج بالحرام کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اصل صورت مسئلہ کی یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی اس میں بھی ہمارے فقہاء کرام نے اختلاف کیا ہے اور بالخصوص سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ ؒ نے علاج بالحرام کو جائز نہیں کہا کیوں کہ حرام میں شفا نہیں اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر موت واقع ہونے اور جان جانے کا خطرہ بھی ہو تب بھی حرام سے علاج کی اجازت نہ دی جائے گی جیسا کہ شامی میں امام حادی قدسی ؒ سے منقول ہے:

حتی یخشی علیه الموت وقد علم انه لو کتب فاتحة الکتاب او الاخلاص بذالك الدم علی جبهة ینقطع فلا یرخص فیه

اگر نکسیر والے کو موت کا خطرہ بھی ہو اور اسے کسی ذریعہ سے اس بات کا یقین بھی ہو کہ اگر نکسیر کے خون سے اس کی پیشانی پر سورۃ فاتحہ یا اخلاص لکھی جائے تو نکسیر ختم ہو جائے گی اور جان بچ جائے گی پھر بھی خون کے ساتھ لکھنے کی اجازت نہیں۔

مفتی صاحب شامی کی یہ عبارت پڑھیں تا کہ آپ کے علم میں بھی اضافہ ہو جائے۔ مگر بعض فقہاء کرام نے علاج بالحرام کو حالت اضطراری میں کسی ماہر ڈاکٹر یا حاذق حکیم جو دیندار بھی ہو اور مستند بھی' کے تجویز کرنے کے بعد جائز کہا کیوں کہ حالت اضطراری و مجبوری میں حرام کی حرمت فی الوقت ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ خود قرآن مجید اس پر شاہد ہے ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ ''مگر جو شخص مجبور ہو گیا''

(سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳، سورہ انعام پارہ ۸ آیت نمبر ۱۴۵)

کے الفاظ شاہد و عادل ہیں صورت مذکورہ میں اضطرار اس حد تک ہے کہ جان جانے اور ہلاک ہونے کا خطرہ ہے مگر اس کے باوجود ہمارے فقہاء کرام سوچ بچار کے ساتھ قدم رکھتے ہیں۔ مگر فقہ حنفی کا عمل امام حادی قدسی والا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بھی یہ بات مسلم ہے کہ حالت اضطرار میں علاج بالحرام جائز ہے۔ جیسا کہ نزل الابرار من فقہ نبی المختار ص ۳۰۱ میں علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں کہ **اذا استعمل برای الطبیب الحاذق** ''جب کسی ماہر حکیم کی رائے سے

استعمال کی جائے“

اور اسی کتاب کے ص ۳۱ پر ہے وقیل یرخص اذا علم فیه الشفاء ولم یوجد دواء اٰخر حلال یوثر اثره کما رخص الخمر العطشان واکل المیتة للمضطر

”اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اجازت ہے اس بات کی کہ (علاج بالحرام) جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری دوا حلال موثر نہ پائی ہے۔ جیسا کہ بوقت ضرورت پیاسے کے لیے شراب اور بھوکے کے لیے مردار جائز ہے۔“

امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: واختلف اهل العلم فی التداوی بالشی النجس فاباح کثیر منهم التداوی به (المسوی ص ۴۱۱)

”نجس چیز کے ساتھ دوا کرنے میں اہل علم کا اختلاف ہے، بہت سے لوگوں نے اس (نجس) کے ساتھ علاج کو مباح قرار دیا ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک اونٹ کا پیشاب پینا جائز ہے:

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاوی سے ہم سوال و جواب نقل کرتے ہیں۔

سوال: اونٹ کا پیشاب پینا مریض کے لیے حدیث میں ہے۔ مگر بزنی مکروہ چیز ہے کیسے جائز ہوا؟ ہندو لوگ عورت کو نفاس کی حالت میں گائے کا پیشاب پلاتے ہیں کیا باعث اعتراض ہے۔ (مسائل مذکور)

جواب: حدیث میں بطور دوائی استعمال کرنا جائز آیا ہے۔ جس کو نفرت ہو نہ پئے لیکن حلت کا اعتقاد رکھے ایسا ہی گائے بکری کے بول کے متعلق بھی آیا ہے۔

لا بأس ببول ما یؤکل لحمه (ایضًا)

(فتاویٰ ثنائیہ جلد دوم ص ۶۷ باب ہفتم مسائل متفرقہ مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی منڈی لاہور)

فقہ حنفی کا مذہب منع ہے لہٰذا ابو بکر سکاف کا یہ قول قابل عمل نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۹۷:

مردار کی کھال پر قرآن لکھنا جائز ہے

وکذا لو کتب علی جلد میتة اذا کان فیه شفاء کذا فی خزانة المفتین. (ص ۳۵۶ ج ۵)

''اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی (جواز کا) حکم دیا ہے بشرطیکہ اس میں شفا ہو۔ (ص ۹۹ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

حنفی، کیا سارے اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید کا اس قدر ادب ہے کہ اس کو بے وضو ہاتھ میں لینا درست نہیں ہے **کذا فی عامة الکتب۔**

باقی رہا چمڑا مردار کا سو بحکم حدیث شریف اذا دبغ الاهاب فقد طہر یعنی چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ پس پاک چیزوں پر قرآن شریف لکھنے کی کیا قباحت ہے۔ البتہ ان کی فقہ الحدیث کے رو سے چمڑا کیا مردار کا گوشت اور گوہ موت بھی پاک ہے۔ روضة الندیہ کے صفحہ ۸، ۹، ۱۰ کو دیکھیے۔

اعتراض نمبر ۹۸:

مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں

مسئلہ: مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت علی سے مروی ہے:

الا یقتل مسلم بکافر صحیح بخاری باب لا یقتل المسلم بالکافر.

(ص ۱۰۲۱ ج ۲)

مگر فتاوی میں ہے: **یقتل المسلم بالذمی.** (ص ۳ ج ۶)

ذمی کے قصاص میں مسلمان قتل کیا جائے گا۔ (ص ۳۳۲ ج ۹)

(فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

حدیث نمبرا:

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک ذمی کے بدلے میں قتل کیا اور کہا جو شخص اپنا ذمہ پورا کرے میں اس کا (بدلہ لینے کا) زیادہ حق دار ہوں۔

(سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۳۰)

حدیث نمبر۲:

عبدالرحمن بن بیلمانی سے روایت ہے کہ مسلمانوں کے ایک آدمی نے اہل کتاب کے ایک آدمی کو قتل کیا۔ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنا ذمہ پورا کرے۔ اس کا (بدلہ لینے کا) زیادہ حق رکھتا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۳۰)

ان دونوں احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کافر کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا جو روایت مفتی صاحب نے نقل کی ہے۔ اس سے کافر حربی مراد ہے، ذمی نہیں۔

اعتراض نمبر۹۹:

عدالت سے بھاگنے والے چور پر حد نہیں

اذا اقر بالسرقة ثم هرب لايتبع. (ص ۱۷۳ ج ۲)

اگر چور اعتراف جرم کے بعد عدالت یا سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے تو اس کا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر ص ۹۷،۹۸)

جواب:

جو جرم شہادت کے بغیر محض اعتراف جرم کی بنیاد پر ثابت ہو اس سے اگر مجرم رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ پھر چونکہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ فرار بھی رجوع کی دلیل بن سکتا ہے لہٰذا جو شخص سزا کی جگہ سے فرار ہو جائے گا۔ اس کا تعاقب حد قائم کرنے کے لیے ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ جس رقم کا اس نے اعتراف کیا ہے وہ ضرور وصول کی جائے گی۔

حدیث:

نعیم بن ہزال سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک یتیم تھے۔ میرے باپ کی گود میں انہوں نے محلے کی ایک لڑکی سے زنا کیا تو میرے باپ نے ان سے کہا تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے بیان کرو جو تم نے کیا ہے۔ شاید آپ ﷺ تمہارے واسطے استغفار کریں اس سے ان کی یہ غرض تھی کہ کوئی صورت ان کے واسطے نکلے تو ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم قائم فرمائیے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا تو اس نے پھر دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے، آپ مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم فرمائیے۔ یہاں تک کہ اس طرح پر اس نے آپ ﷺ سے چار مرتبہ عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تو چار مرتبہ کہہ چکا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ اب یہ کہہ کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ ماعز نے کہا فلاں عورت سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کے ساتھ سویا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس سے چمٹا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس سے جماع کیا تھا؟ ماعز نے کہا ہاں۔ جب آپ ﷺ نے حکم کیا اس کے سنگسار کرنے کا تو لوگ ان کو حرہ میں لے گئے (حرہ ایک زمین ہے کالے پتھروں کی مدینے کے قریب) جب ان کو پتھر مارنے لگے تو وہ پتھروں کی اذیت سے گھبرائے اور دوڑ کر بھاگے۔ عبداللہ

بن انیس نے ان کو پایا ان کے ساتھی تھک گئے تھے تو اونٹ کا کھر نکال کر مارا ان کو (یعنی ماعز کو) پھر مار ڈالا ان کو۔ آپ ﷺ کے پاس آن کر یہ قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ((هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهٗ اَنْ يَّتُوْبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ)) ''تم لوگوں نے (جب کہ وہ بھاگ رہا تھا) اسے چھوڑ کیوں نہ دیا ہوسکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا، اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا۔''

(ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجم)

اعتراض نمبر ۱۰۰:

پیشاب کے ساتھ بھی قرآن لکھنا جائز ہے

وبالبول ایضًا ان العلم فیه شفاء لاباْس به (شامی ص ۱۴۷ ج ۱)

مصری طبع باب فی التداوی بالمحرم اور فتاوی قاضی خاں ص ۴۰۴ ج ۳ حاشیہ عالمگیری اور تیسری سطر۔ (فتاوی عالمگیری پر ایک نظر ص ۸۸)

جواب:

اس کا جواب اعتراض نمبر ۹۶ میں گزر چکا ہے، وہاں پر ملاحظہ فرمائیں اور تفصیل فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات میں دیکھیں۔

تاریخ غیر مقلدیت

مرتب

حضرت مولانا سید مشتاق علی شاہ

شاگرد رشید:

مناظر اسلام ماحئ غیر مقلدیت

حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ

ناشر

مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا ضلع تھانہ (ممبئی)

مولانا عبدالحق بنارسی

بانی فرقہ غیر مقلدین

مولانا عبدالحق بنارسی فرقہ غیر مقلدین کے بانی مبانی ہیں۔ بنارس اور اس کے مضافات میں ترکِ تقلید کا شیوع آپ ہی کی بدولت ہُوا۔ آپ کے والد کا اسم گرامی مولانا فضل اللہ عثمانی تھا۔ یہ دراصل ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ایک قصبے نیوتن کے باشندے تھے جو ضلع اناؤ میں واقع ہے۔ وہاں کی سکونت ترک کر کے بنارس میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالحق کی ولادت ۱۲۰۶ھ کو نیوتن میں ہُوئی۔ اپنے والد گرامی اور چند دیگر علمأ سے بعض درسی کتابیں پڑھیں۔ بعدازاں عازمِ دہلی ہُوئے، وہاں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحیؒ بڑھانوی سے حدیث و فقہ اور دیگر علوم کی تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حج کے لیے مکہ مکرمہ کا قصد کیا اور وہاں کے علمار سے بعض فقہی مسائل میں مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہُوئی کہ مولانا تقلید کا انکار کرتے تھے اور مکہ مکرمہ کے لوگ کسی نہ کسی امام کی تقلید کرتے تھے اور دیگر متعدد مسائل میں ان سے مختلف رائے رکھتے تھے اس اختلاف نے زیادہ شدت اختیار کر لی تو وہاں کی حکومت نے انھیں گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا۔ پھر کچھ مُدت کے بعد رہا ہُوئے تو واپس ہندوستان آ گئے۔ دوسری مرتبہ سیّد احمد شہیدؒ اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ یہ قافلہ سات سو ترپین (۷۵۳) افراد پر مشتمل تھا جس میں بہت سے علمار، زعمأ شامل تھے۔ بعض خواتین بھی اس قافلے میں شریک تھیں۔ یہ قافلہ ۲۸ شعبان ۱۲۳۷ھ مئی ۱۸۲۲ء کو مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ مولانا عبدالحق بنارسی حج کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے تو اپنی عادت کے

مطابق فقہی نوعیت کے بعض مختلف فیہ مسائل میں وہاں کے علماء سے پھر بحثیں شروع ہوگئیں۔ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں شیخ محمد سعید اسلمی مدراسی فروکش تھے۔ یہ مولانا کے ہم وطن تھے انھوں نے وہاں کے قاضی سے ان کی شکایت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا ممدوح مدینہ منورہ سے نکلے اور ایک مقام "جریدہ" جا پہنچے۔ وہاں سے ایک قافلے کے ساتھ "جدہ" گئے اور جدہ سے یمن کا عزم کیا۔ وہاں قاضی محمد بن علی شوکانی سے ملاقات کی اور ان سے سند و اجازت حاصل کی۔ قاضی شوکانی کے علاوہ سبل السلام شرح بلوغ المرام کے مصنف کے پوتے شیخ عبداللہ یمانی غیر مقلد نے بھی اپنے حلقہ درس میں بیٹھنے کی اجازت دی شیخ عبداللہ یمانی سے صحیح بخاری قرآن مجید کی تفسیر جامع البیان اور بعض دیگر اہم کتابوں کے تبرکاً و تیمناً کچھ حصے پڑھے اور سند عطا ہوئی۔ یہ ۱۲۳۸ھ کا واقعہ ہے بعد ازاں مخا آئے اور پھر ہندوستان پہنچے۔ (فقہائے پاک و ہند تیرھویں صدی ہجری جلد دوم خلاصہ ص۵۹ تا ۶۲ مؤلفہ اسحاق بھٹی غیر مقلد)

عقائد و نظریات اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد مولانا عبدالحق کے نظریات کے بارے میں لکھتے ہیں:

مولانا عبدالحق عثمانی بنارسی مسائل فقہ میں درجۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ وہ کسی خاص امام کے مقلد نہ تھے بلکہ نصوص کتاب و سنت پر عامل تھے ان کے دور میں برصغیر کے علماء و عوام زیادہ تر تقلید کے حامی تھے اور مولانا ممدوح کا نقطۂ نظر متعدد مسائل میں ان سے مختلف تھا۔ اسی لیے اجتہاد و تقلید کے موضوع پر علمائے احناف اور ان کے درمیان مباحثوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس ضمن میں انھوں نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں "الدر الفرید فی المنع عن التقلید" زیادہ مشہور ہے۔ بنارس میں ان کا اپنا حلقۂ درس بھی قائم تھا۔ (فقہائے پاک و ہند تیرھویں صدی ہجری ص۶۲ ج۱)

---

[1] قاضی شوکانی زیدی شیعہ تھے اور ان کے عقائد و نظریات کا اثر مولانا عبدالحق پر ہوا۔

۲۔ میاں نذیر حسین دہلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق دہلوی صاحب فرماتے ہیں:

سو بانی مبانی اس طریقہ نو احداث (غیر مقلدیت) کا عبدالحق ہے جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیر المومنین (سید احمد شہیدؒ) نے ایسے حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علماء حرمین شریفین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا پھر اس کے شاگرد خاص اور پیرو با اخلاص دوسرے شہروں میں مثل عظیم آباد و کلکتہ وغیرہ کے کئی حاکم شرع اور علماء صاحب ورع کا کچھ خوف (کیا) تو یہاں اپنے تئیں خلیفہ امیر المومنین کے مشہور (ہو) کر لوگوں کو اپنے عقائد سے بتدریج مطلع کیا اور جاہلوں کو گمراہ بنایا جب یہ معاملہ علماء دین اور حضرت کے سچے خلیفوں پر ظاہر ہوا اور اسکے سبب سے بڑا فتنہ و فساد مسلمانوں میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ باپ بیٹے کا اور بھائی بھائی کا اور خاوند جورو (بیوی) اور نوکر آقا کا مخالف بنا اور آپس میں ان کے ایسی پھوٹ ہوئی کہ وہ کام جو دین کا سب پر مقدم تھا اس میں بھی خلل آ گیا۔ لوگ متفرق ہوئے اور ایک ایک کا مخالف بن گیا۔ (تنبیہ الضالین مطبوعہ برحاشیہ نظام الاسلام ص۲۷)

۳۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی مرحوم شاگرد حضرت شاہ اسحٰق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

مولوی عبدالحق صاحب بنارسی نے ہزارہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردہ میں قید مذہب سے نکلا اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہؓ حضرت علیؓ سے لڑ کر مرتد ہوئی اگر بے توبہ مری تو کافر مری۔ (والعیاذ باللہ) اور صحابہؓ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو سب کی سب حدیثیں یاد ہیں صحابہؓ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہؓ کو علم کم تھ۔ بعد تھوڑے عرصے کے مولوی عبدالحق صاحب مولوی گلشن علی صاحب کے پاس جو دیوان راجہ بنارس کے شیعہ مذہب تھے گئے اور یہ کہا کہ میں شیعہ ہوں اب بظاہر شیعہ ہوتا ہوں اور میں نے عمل بالحدیث کے پردہ میں وہ کام کیا کہ عبداللہ بن سبا سے نہ بنا تھا ہزارہا اہل سنت کو قید مذہب سے نکال دیا۔ اب ان کا شیعہ ہونا بہت آسان ہے۔ چنانچہ

۱؎ یعنی سید احمد شہیدؒ کا مشن ۲؎ یہ اصل میں مختلف فتووں کے مجموعہ کا نام ہے۔

مولوی گلشن علی صاحب نے تیس روپے ماہواری انکی نوکری کروادی۔ (کشف الحجاب[1] صا۲۱)

۴۔ نواب قطب الدین خاں محدث دہلوی مصنف مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شاگرد شاہ اسحٰق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

عرصہ تخمیناً چالیس بیالیس برس کا گزرا کہ بعد تشریف لے جانے حضرت سید احمد صاحب و مولانا محمد اسمٰعیل صاحب و مولانا عبد الحیؒ صاحب کی طرف پنجاب کے بعضے مفسدین مزاجوں کے خیال میں کچھ انکار تقلید ائمہ دین متین علیہم الرحمۃ کا آیا تھا اور تخم عناد کا فقہائ وفقہ کی طرف سے خصوصاً جناب امام صاحبؒ کی طرف سے ان کے دل میں جا تھا منجملہ ان کے عبد الحق بنارسی نے مدعی خلافت حضرت سید احمدؒ کے بن کر اور اس پردہ میں داد غریب لامذہبی کی دے کر بیعت سے مسلمانوں کو بہکایا اور فساد تو امداث مذہب کا پھیلایا تھا۔ سو اس عرصہ میں پورب کے دیندار لوگوں اور مریدان خاص اور خلفاء حضرت سید احمدؒ نے فتویٰ حرمین شریفین سے طلب کیے۔ چنانچہ چاروں وہاں کے مفتیوں نے اور تمام وہاں کے دیگر علماٗ نے مثل شیخ محمد عابد سندھی مصنف طوالع الانوار حاشیہ در مختار وغیرہ نے بالاتفاق لکھ دیا کہ ایسے لوگ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ (دیکھیے تنبیہ الضالین۔) اور اس فتویٰ پر مواہیر اپنی ثبت فرمائی بعد اس کے اس فتویٰ پر تمام علماٗ و مدرسین کلکتہ وغیرہ نے خصوصاً خلفاء حضرت سید احمد صاحبؒ نے اپنی مہریں ثبت کیں اور ایسے لوگوں کی گمراہی پر اتفاق ہوا۔

(تحفۃ العرب والعجم صـ۲-۳ مطبع حسنی دہلی)

---

[1] کشف الحجاب انشاء اللہ جلد طبع ہو رہی ہے۔

غیر مقلدین کے چند مسائل

بہترین عورت کون سی ہے؟

خَیْرُ النِّسَاءِ الْحَارِقَۃُ۔ بہتر عورت وہ ہے جس کی فرج (یعنی پیشاب کی جگہ) تنگ ہو یا جو پُر شہوت ہو۔ شہوت کی وجہ سے اپنے دانت پیس رہی ہو۔

(لغات الحدیث جلد ۱ ص۵۷ کتاب "ح")

شادی کیلئے کیسی عورت ہونی چاہیئے؟

عَلَیْکُمْ مِنَ النِّسَاءِ بِالْحَارِقَۃِ۔ تم ایسی عورت کرو جس کی فرج (یعنی پیشاب کی جگہ) تنگ ہو یا جو شہوت کے غلبہ سے دانت کو دانت پر رگڑ رہی ہو۔ (لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ح ص۵۷)

مسجد میں تھوکنا اور جوتوں سمیت نماز پڑھنا

فتنی نے کہا، اپنے پاؤں کے تلے تھوک یعنی جب مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو، اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو اور تھوک کا غلبہ ہو تو کپڑے میں تھوک لے۔ میں (یعنی وحید الزمان مؤلف لغات الحدیث) کہتا ہوں اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ (یعنی نماز کی حالت میں بھی پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ کپڑے والی بات جو فتنی نے نقل کی ہے وہ غلط ہے) اور مسجد کی زمین اگر کچی ہو یا کنکریاں بچھی ہوئی ہوں تو پاؤں کے تلے تھوک لینا اور مٹی پر رگڑ دینا یا کنکریوں میں دبا دینا وہاں بھی ہو سکتا ہے خصوصاً جب جوتوں سمیت نماز پڑھ رہا ہو جیسے سُنّت ہے۔

(لغات الحدیث کتاب ب جلد ۱ ص ۵۷، ۵۸)

تبصرہ

غیر مقلدین کو اس سنّت پر بھی عمل کرنا چاہیئے۔ اور سب کو جوتوں سمیت نماز پڑھنی چاہیئے۔ "ہے ہمت عمل کی"۔

شراب (خمر) پاک ہے

یعنی شراب (خمر) فی ذاتہ کوئی ناپاک گندی غلیظ چیز نہیں ہے۔ وہ تو انگور یا کھجور یا دوسرے پاکیزہ میووں اور اناجوں وغیرہ کا شیرہ یا عرق ہوتا ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ام)

جو آٹا شراب کے ساتھ گوندھا جائے اسکی روٹی کھانا جائز ہے

جو روٹی شراب ملا کر پکائی جائے اس کا کھانا درست ہوگا۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ام)

سؤر کے بال پاک ہیں

اہلِ حدیث کا راجح مذہب یہ ہے کہ ہر ایک چمڑا دباغت سے پاک ہو جائے گا اور سؤر کا چمڑا علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن سؤر کے بال پاک ہیں۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب اہ ص ۸۹)

ناپاک کپڑوں سے نماز

خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ وہ نجاست جو نمازی کے بدن یا کپڑے پر نماز شروع کرنے کے بعد آن پڑے کچھ ضرر کرتی ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۱ کتاب ت وث ص ۱۱۲)

کتّا پاک ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کتے آتے جاتے رہتے۔ (دروازہ نہ تھا) پھر صحابہؓ پانی نہیں چھڑکتے تھے۔ (بلکہ یونہی اس زمین پر نماز پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ وہ کتّے

مسجد میں پیشاب بھی کر دیتے تھے۔ اس حدیث سے یہ اخذ ہوا کہ زمین خشک ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔ بعضوں نے اس حدیث سے کتے کی طہارت پر دلیل لی ہے محققین اہل حدیث کا یہی قول ہے۔ (لغات الحدیث جلد ۲، کتاب ر ص۹)

حضرت معاویہؓ کی توہین

(حضرت علیؓ نے کہا) میرے بعد تم پر ایک ایسا شخص حاکم ہوگا جس کا پیٹ کشادہ ہے۔ (بڑا کھاؤ، مراد معاویہؓ ہیں)

(لغات الحدیث جلد ۲، کتاب د ص۶۱)

حضرت معاویہؓ و عمروؓ بن عاص کی توہین

مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ معاویہؓ اور عمروؓ بن عاص دونوں باغی اور سرکش اور شریر تھے۔ (لغات الحدیث ج ۲ کتاب ر ص۳۶)

گائے، بھینس، بکری، اونٹ، ہرن وغیرہ جانوروں کا گوہ اور پیشاب پاک ہے

جہاں بکریوں کا گوہ، موت پڑا ہو (یعنی زمین پر اس کا گلا دہ چڑھ گیا ہو جیسے ان کے رہنے کی جگہ میں ہوتا ہے) وہاں نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ (کیونکہ حلال جانوروں کا گوہ موت پاک ہے)۔ (لغات الحدیث ج ۲ کتاب د ص۶۰)

حیض کے خون کے علاوہ سب خون پاک ہیں

میں کہتا ہوں مگر خون کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً حلال جانور کے خون کی نجاست پر۔ البتہ حیض کا خون نجس ہے اور اصل اشیاء میں طہارت ہے۔ جیسے ہم نے ہدایۃ المھدی میں بیان کیا ہے۔

(لغات الحدیث جلد ۲ کتاب د ص۶۸)

Shoaib ikram Hayati

فتنہ فرق باطلہ کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے مکتبہ شیخ الاسلام ومکتبہ صفدریہ کی اہم مطبوعات

- جی ہاں! فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے
- فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ
- فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ
- صراط مستقیم (برائے خواتین)
- نماز اہل السنۃ والجماعۃ
- تراویح کا مسئلہ متنازع نہ بنایا جائے
- عقائد اہل السنۃ والجماعۃ
- رسائل گھمن (چار رسائل کا مجموعہ) ''ہندی''
- فضائل ومسائل قربانی
- حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ
- ۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے
- کیا اہل عرب غیر مقلد ہیں؟
- کیا مقلد کی نماز غیر مقلد کے پیچھے جائز ہے؟
- تحفۃ الایضاح فی شرح مقدمہ ابن صلاح
- سوال گندم جواب چنا
- تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب
- غیر مقلد مناظر کا غیر مقلدیت سے توبہ
- سلفی کون حنفی یا غیر مقلد
- حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ (اول)
- ہم اہل سنت والجماعت کیوں ہیں؟
- بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات
- ننگے سر نماز غیر مقلد علماء کی نظر میں
- المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ
- کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ
- صراط مستقیم کورس (برائے مرد)
- نماز اہل السنۃ والجماعۃ ''ہندی''
- اصول مناظرہ
- فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- فرقہ اہل حدیث کا مقصد احیاء سنت یا افتراق امت
- ہدایہ علماء کی عدالت میں
- خطبات گھمن (اول، دوم، سوم)
- شادی کی پہلی دس راتیں
- عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق
- چالیس مسئلوں کی چالیس حدیث
- غیر مقلدین کی غیر مستند نماز
- ھو الکذاب
- ڈاکٹر ذاکر نائیک خیالات ونظریات
- رسائل رد غیر
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
- فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات
- دلائل احناف
- مسائل اربعہ غیر مقلد علماء کی نظر میں
- جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں

MAKTABA SAFDARIYA DEOBAND
Mob:09808452070/8881030588/09322471046
Email:msislam829@gmail.com

Azeem Computers 09411485040